

تفسير سورة الفلق

تأليف: شيخ الاسلام الإمام
محمد بن عبد الوهاب رحمه الله

تحقيق
د. فهد بن عبد الرحمن الرومي

ترجمة وتلخيص د. عزير أحمد بن مجيب الله القاسمي

مركزی جمعیت علماء ہند

تفسیر سورۃ الفلق

تالیف

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق

د/ فہد بن عبد الرحمن الرومی

ترجمہ وتلخیص

عزیر احمد قاسمی

نشر واشاعت

مرکزی جمعیۃ علماءِ ہند

نام کتاب	تفسیر سورۃ الفلق
تالیف	شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ
تحقیق	د/ فہد بن عبد الرحمن الرومی
ترجمہ وتلخیص	عزیر احمد قاسمی
ناشر	مرکزی جمعیۃ علماء ہند
سنِ اشاعت	دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ [آل عمران آیت:۱۰۲]

اے ایمان والو اللہ تعالی سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے، اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا [سورۃ النساء:۱]

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بے شک اللہ تعالی تم پر نگہبان ہے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا [سورۃ الاحزاب:۷۰،۷۱]

اے ایمان والو اللہ تعالی سے ڈرو، اور سیدھی سیدھی سچی باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالی تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف کردے اور جو بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول کی تابعداری کریگا اس نے بڑی مراد پالی۔

اما بعد:

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بری بات [دین میں] نئی ایجاد ہے، اور ہر نئی ایجاد بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں ایسی ہیں جن کو لوگ کثرت سے اپنی نمازوں اور اذکار میں پڑھتے ہیں۔

عوام کے درمیان ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان سورتوں کے معانی بیان کریں، اور ان کے احکام کی وضاحت کریں، تاکہ عوام جس وقت ان سورتوں کی تلاوت کریں ان کے [معانی و مطالب] کو سمجھیں۔

لوگوں کی طبیعتیں مختصر، جامع اور مفید باتوں کی طرف مائل ہوتی ہیں، بہت سے لوگ لمبی لمبی تفاسیر سے اعراض کرتے ہیں خاص طور سے اس زمانہ میں جس میں لوگوں کا رجحان جیبی کتب کی طرف ہوگیا ہے جو ایک یا دو مجلسوں میں پڑھ لی جایا کریں۔

لوگوں کی مذکورہ ضرورت اور رغبت کے پیش نظر میں نے چھوٹی سورتوں کی تفاسیر تلاش کی، جو لفظی اختصار کے ساتھ عبارت میں دقیق اور بھرپور معانی لئے ہوئے ہوں، اور جو قارئین کو [دوران مطالعہ] پڑھی جانے والی چیز سے واقف کرائیں، اور تلاوت کی جانے والی چیز کے معانی سے آگاہ کرائیں۔

میں اسی تلاش وجستجو میں تھا کہ اچانک مجھے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کی تفسیر سورۃ الفلق کی طرف نشاندہی کی گئی، اس کے پڑھنے کے بعد مجھے ایسا لگا کہ یہ کتاب ابن القیمؒ کی تفسیر سورۃ الفلق کی تلخیص ہے، اس بات نے مجھ میں مزید شوق پیدا کردیا، کیوں کہ قارئین کے لئے ابن القیمؒ کی تفسیر کافی ہے، کیوں کہ وہ اس موضوع کے تجربہ کار اور اپنے ہم عصروں میں امتیازی شان رکھتے تھے، ان کی تفسیر اگر اس میں نکات وحقائق کے بیان میں طوالت اور جتنے کا ارادہ کیا تھا اس سے وسیع نہ ہوئی

ہوتی، تو کیا ہی عمدہ اور اچھی تفسیر ہے، اہل علم کی ایک جماعت کے لئے وہ تفسیر نفع بخش ہے، جبکہ طالب علموں کی ایک جماعت کی سمجھ سے بالاتر ہے، اب اگر کوئی ایسا عالم جو اختصار و تلخیص کا ہنر جانتا ہو وہ ابن القیمؒ کی تفسیر کے جواہر پاروں اور اس میں پھیلے ہوئے موتیوں کو یکجا کرے تو اس کی تفسیر نہایت قیمتی اور بیش بہا ہوگی، چنانچہ اس کام کا بیڑا امام علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ نے اٹھایا، اور نہایت عمدگی سے اختتام کو پہونچایا، چونکہ امام ابن القیمؒ اور امام محمد بن عبدالوہابؒ دونوں ایک ہی مکتب فکر کے حامل ہیں اس لئے میری کوشش تحقیق کے دوران یہی رہی ہے کہ اس صاف وشفاف چشمے کو مختلف لوگوں کی عبارتوں کے نقل کرنے سے گدلا نہ کروں، چنانچہ تحقیق کے دوران اکثر عبارتیں ابن القیمؒ کی تفسیر اور ان کی دوسری کتب سے نقل کی ہیں، جو اس تفسیر کے اصل مصنف ہیں۔

ناظرین اس کتاب میں ابن القیمؒ کی عبارتوں کی نقول کثرت سے پائیں گے اس کے دو سبب ہیں:

ا۔ ابن القیمؒ ہی لمبی تفسیر کے مصنف ہیں، اور اس کا تعلق اس مختصر تفسیر سے بہ نسبت دوسری تفاسیر کے واضح اور راجح ہے۔

۲۔ سورۃ الفلق جن امور پر مشتمل ہے یعنی استعاذۃ اور اس کے متعلقات، جھاڑ پھونک حسد اور اس جیسے روحانی امور پر لکھنے کے میدان کے امام ابن القیم شہسوار ہیں، بہت کم ہی لوگ ایسے ہیں جو ان موضوعات پر لکھتے ہیں، اور جو لوگ لکھتے ہیں ان کو ابن القیمؒ کی کتب سے استغناء نہیں۔

مؤلف کا تعارف

ان کا نام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان آل مشرف التمیمی ہے ۱۱۱۵ھ میں علمی، شریف با اخلاق خاندان میں پیدا ہوئے، ان کے والد عیینہ کے قاضی تھے، ۱۲؍سال کی عمر سے پہلے ہی قرآن پاک حفظ کرلیا، نیز فقہ و حدیث وتفسیر [اپنے والد صاحب] سے پڑھیں، پھر طلب علم کیلئے سفر کیا، سفر کا آغاز حج سے کیا، پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اس وقت کے وہاں کے علماء سے استفادہ کیا، مدینہ منورہ میں شیخ نے وہاں کے بعض باشندوں کی رسول ﷺ کی قبر اور جنت البقیع کے قریب بدعات اور منکرات دیکھیں اور ان پر نکیر کی اور ڈرایا۔ پھر نجد واپس تشریف لائے اور وہاں سے بصرہ کا رخ کیا، وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا، بصرہ میں مدینہ منورہ سے زیادہ سخت باتیں دیکھیں، مزین چراغاں قبروں کا مشاہدہ کیا، اور ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جو ان قبروں کو چومتے اور ان کا طواف

کرتے تھے، اس کے علاوہ اور بھی بدعتیں اور منکرات دیکھیں، جن کو دیکھ کر شیخ سے برداشت نہ ہوا، چنانچہ لوگوں کے ان باطل کاموں پر نکیر کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جس کے نتیجہ میں لوگوں نے ان کو وہاں سے سخت دھوپ کی حالت میں ننگے پاؤں اور ننگے سر نکال کر بھگا دیا۔ شیخ وہاں سے ایسی حالت میں نکلے کہ ان کے بدن پر صرف کپڑے تھے، شدت پیاس سے ہلاکت کے قریب تھے کہ توفیق الٰہی شامل حال ہوئی، اور کچھ لوگوں نے ان کو پانی پلاکر ''زبیر'' پہونچادیا۔ وہاں سے احساء کے راستے سے نجد واپس ہوئے، اس دوران ان کے والد حریملاء کے قاضی بنا کر وہاں بھیجدیئے گئے تھے، چنانچہ شیخ بھی حریملاء پہونچے، ۱۱۵۳ھ میں ان کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اب دعوت کے دشمنوں کا شیخ نے تن تنہا مقابلہ شروع کیا، اس دوران شیخ کی شہرت اور ان کی دعوت کی خبر پھیل چکی تھی، اسی دوران شیخ نے اپنی کتاب (**كِتَابُ التَّوْحِيدِ الَّذِيْ هُوَ حَقُّ اللهِ عَلَى الْعَبِيدِ**) تالیف کی۔

حریملاء کے باشندے ان کی دعوت سے تنگ آگئے، چنانچہ انہوں نے اپنے یہاں سے ان کو بھگادیا، یہی نہیں بلکہ ان کے نوئنڈوں کی ایک جماعت نے شیخ کے قتل کے ارادے سے ان کا گھر گھیر لیا، لیکن اللہ تعالی نے انکو بچالیا۔ شیخ وہاں سے نکل کر عیینہ پہونچے، وہاں کے امیر ابن معمر نے ان کا عزت کے ساتھ استقبال کیا، اور عیینہ اور اس کے اردگرد جو قبے اور زیارت گاہیں بنی تھیں ان کو مسمار کیا، نیز ان درختوں کو کاٹا جن سے لوگ تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

شیخ کی دعوت کے دشمن مستقل ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ ان کی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں شیخ کو عیینہ سے بھی نکال دیا گیا، اب شیخ درعیہ کی طرف متوجہ ہوئے، وہاں کے امیر محمد بن سعود سے ہر طرح کی مدد اور تعاون پایا، چنانچہ دونوں نے آپس میں اللہ کے دین کی مدد، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کے ختم کرنے پر بیعت کی۔

درعیہ کو دعوتی مرکز بنا کر دعوت کا کام شروع ہوا، چنانچہ شیخ نے شہروں کے ذمہ داروں، علماء اور عوام کو خطوط لکھے، جن میں ان لوگوں کو بھی اپنی دعوت میں شامل ہونے کی ترغیب دلائی، ان میں سے بہت سے لوگوں نے شیخ کی دعوت پر لبیک کہا، چنانچہ فرائض ونوافل ادا کی جانے لگیں، حرام باتیں اور بدعتیں مٹنے لگیں، منکرات اور شرک میں مبتلا کرنے والے اوراد ختم کئے گئے۔ کلمہ توحید صاف و شفاف حالت میں بلند ہوا، جبکہ اس دوران کلمہ توحید کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت اور ان کو پکارنا عام تھا۔ اخیر عمر میں شیخ عبادت اور تعلیم کے لئے یکسو ہوگئے، بہت سے طلبہ ان کے پاس بغرض تحصیل

علم آئے اور بہرہ ور ہوئے، شیخ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف کیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔کتاب التوحید	۲۔کتاب الایمان	۳۔کتاب اصول الایمان
۴۔فضائل الاسلام	۵۔فضائل القرآن	۶۔کشف الشبہات
۷۔آداب المشی الی الصلاۃ	۸۔استنباط القرآن	۹۔مسائل الجاہلیۃ
۱۰۔الکبائر	۱۱۔مفید المستفید بکفر تارک التوحید	۱۲۔الرد علی الرافضۃ

کچھ کتابوں کا اختصار کیا مثلاً

۱۔مختصر الصواعق	۲۔مختصر العقل والنقل	۳۔مختصر منہاج السنہ
۴۔مختصر فتح الباری	۵۔مختصر زاد المعاد	۶۔مختصر الشرح الکبیر وغیرہ

شیخ کی وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، ان کو بے حد اجر وثواب سے نوازے، اور اپنے دین کی دعوت دینے والے بندوں میں سب سے بہتر بدلہ عطا فرمائے، بیشک وہ سننے والا اور دعاؤں کے قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالی سے دعاء گو ہوں کہ وہ میرے اس کام کو محض اپنی کریم ذات کیلئے قبول فرمائے، اور اس کام میں جو کمی کوتاہی رہ گئی ہو اسے معاف فرمائے، بیشک وہ سننے والا اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

د۔فہد بن عبدالرحمن بن سلیمان الرومی
الزلفی ۲۱/۱۲/۱۴۰۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قل اعوذ برب الفلق (۱۔۲) اعوذ کے معنی ہیں: میں پناہ لیتا ہوں، دامن تھامتا ہوں،

---

(۱) اس سورت نیز اس کے ماقبل سورۃ (اخلاص) اور اس کے مابعد سورۃ (الناس) کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، منجملہ ان میں سے:

نمبر ۱۔حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تھے تو معوذات پڑھکر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔ جب آپ کی بیماری بڑھ گئی تو میں آپ پر پڑھتی تھی اور آپ کے دست مبارک کو برکت کی امید سے آپ پر پھرا دیتی تھی۔

نمبر ۲: ان ہی حضرت عائشہؓ کی دوسری حدیث ہے اس کو بھی امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب بستر پر تشریف لیجاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں (قل ہو اللہ احد) (قل اعوذ برب الفلق) اور (قل اعوذ برب الناس) پڑھکر پھونکتے، پھر ان دونوں ہتھیلیوں سے بدن کے جس حصے تک پہونچ سکتی تھیں پھیرتے، سر چہرہ اور بدن کے اگلے حصے سے شروع فرماتے ایسا تین مرتبہ کیا کرتے تھے [صحیح بخاری: ۶/۱۰۶]

نمبر ۳: ان سورتوں کی فضیلت کی احادیث میں سے ایک حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا، کچھ آیتیں رات مجھ پر نازل کی گئی ہیں ان جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھیں (قل اعوذ برب الفلق) اور (قل اعوذ برب الناس) [صحیح مسلم: ۱/۵۵۸]

(۲) شیخ محمد بن عبدالوہابؒ مؤلف کتاب نے اپنی سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) کی تفسیر کرتے ہوئے بڑا عمدہ کلام کیا ہے [ملاحظہ ہو تفسیر سورۃ الفاتحہ مترجم صفحہ ۲۶۔۲۷]

(۳) فلق سے مراد صبح ہے، یہی اکثر مفسرین کا قول ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے تفسیر معوذتین صفحہ ۳ پر تحریر فرمایا ہے، اور اسی قول کو مفسر ابن جریر طبریؒ نے درست قرار دیا ہے [تفسیر طبری ۳۰/۲۲۶] ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہی تفسیر صحیح ہے اور اسی کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں اختیار کیا ہے [تفسیر ابن کثیر ۴/۶۰۹]

حفاظت میں آتا ہوں اور (الفلق) صبح کی روشنی ہے جو تاریکی ختم کر دیتی ہے (۳)

یہ سورت مندرجہ ذیل باتوں پر مشتمل ہے:

۱۔جس کے ذریعہ پناہ لی جائے (یعنی اللہ تعالی)

۲۔جس سے پناہ مانگی جائے (یعنی شیطان)

۳۔پناہ مانگنے والا (۱) یعنی بندہ

☆جس کے ذریعہ پناہ مانگی گئی ہے وہ اللہ تعالی ہیں جو صبح کی روشنی کو پیدا کرنے والے اور انسانوں کے رب ہیں، جس کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ پناہ مانگنا درست نہیں (واضح رہے کہ) اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے ذریعہ پناہ نہیں مانگی جائیگی (۲) اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اس شخص کے بارے میں جو اس کی مخلوق کے ذریعہ پناہ مانگتا ہو (۳) ارشاد فرمایا ہے: مخلوق کا بندہ سے) پناہ مانگنا اس کو

(۱) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے استعاذہ کے تین اصول لکھے ہیں:

۱۔نفس استعاذہ [اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم]

۲۔جس کے ذریعہ پناہ مانگی جائے [یعنی اللہ تعالی]

۳۔جس سے پناہ مانگی جائے [یعنی شیطان]

ان میں سے ہر ایک فقرے پر کلام کیلئے مستقل فصل باندھی ہے [ملاحظہ ہو بدائع الفوائد: ۲/ ۱۹۹۔۲۰۰]

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے] ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں [تھوڑی تبدیلی کی ہے، چنانچہ انہوں نے استعاذہ] اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم [کو مستعیذ] استعاذہ کرنے والے [سے بدل دیا ہے۔

(۲) ابن تیمیہؒ نے تحریر فرمایا ہے: مخلوق کے ذریعہ پناہ مانگنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے علاوہ ائمہ نے تصریح کی ہے [اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/ ۷۸۸] نیز حافظ ابن حجرؒ نے امام خطابی کا قول نقل کیا ہے (وہ فرماتے ہیں) امام احمدؒ اس حدیث سے جس کا بیان آگے آرہا ہے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالی کا کلام مخلوق نہیں ہے، اور اس حدیث کو دلیل بناتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق سے پناہ نہیں مانگتے تھے [فتح الباری: ۶/ ۴۱۰ نیز ملاحظہ ہو مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ: ۱/ ۳۳۶]

(۳) دور جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ وادیاں اور جنگلوں میں وحشتناک جگہیں وغیرہ جناتوں کی آماجگاہ ہیں، اس لئے جب کسی ایسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے تو وہاں کے برے جنات سے پناہ چاہتے، تاکہ ان کو کوئی نقصان نہ پہونچے، چنانچہ جب جناتوں نے یہ دیکھا کہ انسان ان کے ڈر سے ان سے پناہ مانگتا ہے تو ان پر مزید جری ہوگئے، تو گویا انسانوں نے جناتوں کو [ان سے پناہ مانگ کر] مزید سرکش بنا دیا۔

(۴) اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

مزید (رہق) یعنی سرکشی میں ڈال دیا (۴)

اہل سنت نے معتزلہ (۱) کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے [قل اعوذ برب الفلق] اور [قل اعوذ برب

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقاً [سورۃ اعراب: ۶] اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے، سو ان آدمیوں نے ان جنات کی بد دماغی اور بڑھا دی۔

(۱) معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالی کا کلام تو ہے لیکن مخلوق ہے، یہ ایک گمراہ کن عقیدہ ہے [از مترجم]

(۲) بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دم کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ تم دونوں کے باپ یعنی ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل واسحاق علیہما السلام کو یہی پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ میں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے، اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ (کلمات اللہ) سے علی الاطلاق اللہ کا کلام مراد ہے، نیز بعضوں کے نزدیک اللہ کے فیصلے، اور بعض دوسروں کے نزدیک اللہ کے وعدے مراد ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا [سورۃ الاعراف:]۱۳۷ اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا۔

اس آیت میں وعدے سے مراد وہ وعدہ ہے جسے اللہ تعالی نے سورۃ القصص میں بیان فرمایا ہے

وَنُرِيْدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ [سورۃ القصص:]۵ پھر میری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انہیں کو پیشوا اور زمین کا وارث بنائیں۔

مذکورہ دعاء میں ''التامۃ'' سے مراد کامل ہے، اس کے معنی میں مزید اقوال بھی ہیں مثلا: نافع، شافی، مبارک، ایسی فیصلہ کرنے والی جو کر گذرتی ہو اور برابر رہتی ہو، جسے کوئی چیز روک نہ سکے، اور نہ ہی اس میں نقص وعیب کا دخل ہو۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں: امام احمدؒ اس حدیث سے اللہ تعالی کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر استدلال کرتے تھے اور اس بات کو دلیل بناتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مخلوق سے استعاذہ نہیں کر سکتے [فتح الباری: ۶/ ۴۱۰]

الناس]اور [اعوذبکلمات اللہ التامات](۲) کے ذریعہ پناہ مانگنے سے استدلال کیاہے کہ اللہ تعالی کے کلمات غیر مخلوق ہیں کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مخلوق کے ذریعہ کبھی پناہ نہیں مانگیں گے (اس سورت میں) پناہ مانگے والے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور قیامت تک کے لئے ان کا ہرایک پیرو کار(۱)اورجن چیزوں سے [اس سورت میں] پناہ مانگی گئی ہے وہ چارہیں:

ا۔عمومی شر:

اللہ تعالی کا قول[من شر ماخلق] دنیاوآخرت کے تمام شروں،انسانوں اورجناتوں میں سے شیاطین، درندوں،زہریلے جانوروں،آگ،معاصی اورخواہشات نفس اورعمل کے تمام شروں کوشامل ہے۔

اللہ کا فرمان (من شر ماخلق) سے مراد ہراس مخلوق کے شرسے پناہ مانگنی ہے جس میں شر ہو، اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی کی تمام مخلوقات سے پناہ مانگی جائے ،کیوں کہ جنت اوراس میں

---

(۱) بلکہ ساری مخلوق اللہ سبحانہ تعالی سے پناہ مانگنے میں محتاج ہے،قرآن کریم نے بعض انبیاء علیہم السلام کے اللہ سے پناہ مانگنے کا حال اوراس سے پناہ مانگنے کے انجام کا ذکرکیا ہے:

*چنانچہ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

رَبِّ اِنُّیٓ أَعُوْذُبِکَ أَنْ أَسْأَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمُ [سورۃ ہود:]۴۷

نوح نے کہا میرے پالنہار، میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔

(اس پناہ مانگنے کے نتیجے میں)ان کوسلامتی اور برکتوں سے نوازا گیا۔

ارشادربانی ہے:

قِیْلَ یَانُوْحُ اھْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَکَاتِ عَلَیْکَ ۔]سورۃ ہود:]۴۸

فرمادیا گیاکہ اے نوح ہماری جانب سے سلامتی اوران برکتوں کے ساتھ اترجوتجھ پر ہیں۔

*یوسف علیہ السلام نے بھی رب سے پناہ مانگی،ارشادربانی ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ أَحْسَنَ مَثْوَایَ [سورۃ یوسف:]۲۳

یوسف نے کہااللہ کی پناہ وہ میرارب ہے مجھے اس نے بہت اچھی طرح سے رکھا۔

اس کا انجام یہ ہواکہ اللہ تعالی نے ان کودلیل دکھلائی،تاکہ ان سے برائی اور بے حیائی دورکرے،اوران کو اپناچناہوابندہ بنائے۔

موسی علیہ السلام نے بھی اپنے رب سے اس وقت پناہ مانگی جب فرعون نے یہ کہا: =

ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ [سورۃ غافر:]۲۶

اورفرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑوکہ میں موسی علیہ السلام کو مارڈالوں ، اسے چاہئے کہ اپنے رب کو پکارے۔

موسی علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَایُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ [سورۃ غافر:]۲۷

موسی علیہ السلام نے کہاکہ میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہراس تکبر کرنے والے شخص (کی برائی) سے جوروزحساب پرایمان نہیں رکھتا

اس کا نتیجہ یہ ہواکہ فرعون اوراس کی قوم ڈوب کرہلاک ہوئی۔

*عمران کی اہلیہ نے اپنی بیٹی مریم علیہا اسلام کیلئے اللہ تعالی سے پناہ مانگی۔

اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ [سورۃ آل عمران:]۳۶

میں اسے اوراس کی اولادکوشیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اس دعاء کانتیجہ یہ ہوا:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا [سورۃ آل عمران:]۳۷

پس اسے اس کے پروردگارنے اچھی طرح قبول فرمایااوراسے بہترین پرورش دی،اس کی خیر خبر لینے والازکریا علیہ السلام کوبنایاجب کبھی زکریااس کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے۔

*جب جبرئیل علیہ السلام مریم علیہا السلام کے سامنے دوران خلوت بشکل انسان نمودارہوئےتوانہوں نے کہا:

قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا [سورۃ مریم:۱۸]

یہ کہنےلگیں میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگرتو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

نتیجہ یہ ہواکہ اللہ تعالی نے ان کوبغیر باپ کے ہونہارلڑکا عطا کیا،یہی نہیں بلکہ اس لڑکے کو ماں کے اظہار پاکدامنی کیلئے قوت گویائی دی۔

*جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرسحرکیا گیا آپ نے اپنے رب سے پناہ مانگی اورمعوذتین یعنی سورۃ الفلق وسورۃ الناس پڑھی نتیجہ میں اللہ تعالی نے جادوگرنیوں کے شرسے آپ کی حفاظت فرمائی۔

[خلاصہ کلام یہ ہے کہ] استعاذہ کی شان بہت بڑی ہے، بہت سے لوگ شدت حاجت کے باوجوداس سے غفلت برتتے ہیں[ملاحظہ ہو"القول الشافی فی تفسیر المعوذتین" مولفہ محمد الخضری صفحہ ۱۵]

جو کچھ بھی ہے اس میں شر نہیں ہے، اسی طرح سے فرشتے اور انبیاء خیر محض ہیں۔

۲۔رات کا شر جب وہ داخل ہو جائے:

[عمومی شر سے پناہ کے ذکر کے بعد رات کے شر کا ذکر کیا] اس کو ذکر خاص بعد عام کہتے ہیں۔

(الغاسق) رات کو کہتے ہیں جب (۱) وہ آجائے اور ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور (الغسق) تاریکی کو کہتے ہیں (۲) اور (الوقوب) کے معنی داخل ہونے کے ہیں۔

یہاں پر جس وجہ سے اللہ تعالی نے رات کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ رات

---

(۱) اس معنی پر مشتمل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک۔ [سورۃ الاسراء:۷۸]

(۲) (الغسق) ٹھنڈک کو بھی کہا جاتا ہے اسی سے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

هَذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّ غَسَّاقٌ [سورۃ ص:۵۷] یہ ہے، پس اسے چکھیں، گرم پانی اور پیپ۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيمًا وَّ غَسَّاقًا [سورۃ النبأ:۲۴-۲۵] نہ کبھی اسمیں خنکی کا مزہ چکھیں گے نہ پانی کا، سوائے گرم پانی اور (بہتی) پیپ کے۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں رایوں (یعنی غسق کے معنی تاریکی اور دوسرے معنی ٹھنڈک) میں تضاد نہیں ہے، اس لئے کہ رات تاریک بھی ہوتی ہے اور ٹھنڈی بھی، جس نے صرف تاریکی کا ذکر کیا یا جس نے صرف ٹھنڈی کا ذکر کیا گویا اس نے رات کے صرف ایک وصف پر اکتفا کیا۔

آیت مذکورہ میں تاریکی کے معنی مراد لینا استعاذہ کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے، کیوں کہ جو برائی تاریکی کے مناسب ہے اس سے پناہ مانگنا رات کی ٹھنڈک سے پناہ مانگنے سے زیادہ مناسب ہے، اسی وجہ سے (غاسق) یعنی ظلمت وتاریکی کے شر سے (رب الفلق) یعنی صبح اور روشنی کے رب سے پناہ مانگی گئی ہے۔

تو جس چیز سے پناہ مانگی گئی اس کی صفت، استعاذہ کے معنی مطلوب کے زیادہ مناسب ہے]بدائع الفوائد مؤلفہ ابن القیم: ۲/ ۲۱۶-۲۱۷

شریر روحوں کے مسلط ہونے کا وقت ہے، اس میں شیاطین پھیل ------------------------------ جاتے ہیں (۱) اور شیطان کا تسلط تاریکیوں، اور تاریک جگہوں پر ہوتا ہے، اسی وجہ سے تاریک دل شیطانوں کی آماجگاہ اور ٹھکانہ ہیں (۲) اللہ تعالی نے ان دونوں کلموں (الفلق اور الغاسق) میں رات و دن، اور روشنی و تاریکی کا

---

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رات سایہ فگن ہو جائے، یا تم شام کرو تو اپنے بچوں کو روک لو، کیوں کہ شیاطین اس وقت پھیلتے ہیں جب رات کا تھوڑا حصہ گذر جائے تو ان کو چھوڑ دو، اور دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کرو، اس لئے کہ شیاطین کسی بند دروازے کو نہیں کھولتے۔] صحیح بخاری: ۴/ ۹۸]

(۲) قلب جتنا ہی تاریک ہوگا اتنا ہی شیطان کا مطیع ہوگا اور شیطان کا اس پر اتنا ہی زیادہ قبضہ اور تسلط ہوگا، اسی وجہ سے اللہ تعالی قرآن کریم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: وہ اللہ کے بندوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، اور کافروں کو ان کے کفر کی تاریکیوں میں چھوڑ دیتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَ جَعَلْنَا لَهُ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهِ فِيْ النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِيْ الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا [سورۃ الانعام:۱۲۲] ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ أُوْلٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ [سورۃ البقرۃ:۲۵۷] ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالی خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے، اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اس میں پڑے رہیں گے۔

[تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بدائع الفوائد: ۲/ ۲۱۹]

ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ روشنی کے رب سے جو تاریکیوں کو ماند کر کے

(۱) امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان (وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے ان کے ناموں کے ذریعہ مانگو، ہر نام سے جو اس کے مناسب ہوگا مانگا جائے گا، مثلاً یہ کہو کہ اے رحیم مجھ پر رحم فرما، اے حکیم میرے لئے خیر کے فیصلے فرما، اے رزاق مجھے روزی عطا فرما، اے ہادی مجھے ہدایت دے، اے فتاح میرے لئے دروازے کھول دے، اے تواب میرے گناہ معاف فرمادے، اسی طرح مانگا جائے گا۔

پس اگر آپ اللہ تعالیٰ کو عام نام سے پکاریں اور یوں کہیں اے مالک مجھ پر رحم فرما، اے غالب میرے لئے فیصلے فرما، اے لطیف مجھ کو روزی عطا فرما، یا اسم اعظم عام سے پکاریں اور یوں کہیں یا اللہ تو ہر نام کو شامل ہے، ایسا نہ کہیں اے رزاق مجھے ہدایت دے مگر یہ کہ آپ کا ارادہ اس دعاء سے یہ ہو کہ اے رزاق مجھے بہتر رزق دے۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ اسی طرح اپنی دعاء کو مرتب کرلو اخلاص والوں میں سے ہوگے] تفسیر قرطبی: ۷/۳۲۷

محقق کتاب فرماتے ہیں: دعاؤں میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارا گیا ہے جو مطلوب کے مناسب ہے۔

جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعاء:

أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ [سورۃ الانبیاء: ۸۳] مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعاء:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ [سورۃ البقرۃ: ۱۲۷۔۱۲۸] ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول فرما، تو توبہ قبول فرمانے والا ہے اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔

اور مثلاً:

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [سورۃ آل عمران: ۸] اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔

اور نبوی دعاؤں میں سے:

اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ [مسلم شریف: ۴/۲۰۴۵] اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر پھیر دے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَى طَاعَتِكَ [ترمذی شریف ۵/۲۳۸] اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر ثابت فرما۔

اَللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ [ابن ماجہ: ۲/۴۳۵] اے اللہ بیشک آپ عفو ہیں معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں مجھ سے درگذر فرما۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی دعائیں ہیں [جن میں اللہ تعالیٰ کو مطلوبہ چیز کے مطابق نام سے پکارا گیا ہے]

ختم کر دیتی ہے، اللہ سے پناہ مانگیں، اللہ تعالیٰ اپنے عمدہ ناموں سے پکارے جاتے ہیں اس لئے ہر مطلوب کیلئے اس کے مناسب نام کے ذریعہ سوال کیا جائے گا(۱)

۳: گرہوں میں پھونکنے والیوں کا شر(۱)

[اس شر سے مراد] جادو کا شر ہے (نفاثات) سے مراد جادوگرنیاں ہیں(۲) جو دھاگوں میں گرہ لگا کر ہر گرہ پر پھونک مارتی ہیں تاکہ جادو سے جو چاہتی ہیں وہ پورا ہوجائے۔

نفث: اس پھونک مارنے کو کہتے ہیں جس میں معمولی تھوک شامل ہو، یہ تھوکنے سے کم درجہ ہے۔ گویا نفث تھوک اور پھونک کا درمیانی درجہ ہے اور (نفث) جادوگر کا کام ہے، جب اس کا نفس خباثت اور سحر سے مطلوبہ برائی سے ہم آہنگ ہوجاتا ہے، تو خبیث روحوں سے مدد طلب کر کے ان گرہوں میں معمولی تھوک کے ساتھ پھونک مارتا ہے، تو اس کے خبیث نفس کے شر سے مخلوط ہوا نکلتی ہے جس میں معمولی تھوک شامل ہوتا ہے۔

(۱) سورۃ الفلق میں تیسری جس چیز سے پناہ مانگی گئی ہے وہ یہ ہے۔ از مترجم

(۲) یہ ابن القیمؒ کی (نفاثات) کی تفسیر ہے، مگر انہوں نے اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ (نفاثات) سے یہاں مراد جادوگر عورتیں نہیں بلکہ روحیں ہیں، اس مراد کی طرف مؤلف نے اشارہ کیا ہے جیسا کہ آئندہ سطروں میں آرہا ہے۔

محقق کتاب فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ (نفاثات) کی تفسیر میں اختلاف ہے اور جو بات دل کو لگتی ہے وہ یہ کہ یہاں جادوگرنیاں (عورتیں) مراد ہیں، اس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے اوصاف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ دھاگوں میں گرہ لگاتی ہیں اور پھونک مارتی ہیں (اور ظاہر ہے) کہ روحیں یہ نہیں کرتیں۔

(۳) واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اجازت، ارادہ، مرضی کی دو قسمیں ہیں:

نمبر ۱: کونی: جس کا واقع ہونا تو لازمی اور ضروری ہے لیکن اس کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہونا ضروری نہیں۔

نمبر ۲۔ شرعی: جس کا واقع ہونا ضروری نہیں لیکن اس کا اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ ہونا ضروری ہے کونی مرضی کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ [سورۃ البقرۃ آیت: ۱۰۲] اور در اصل وہ (یعنی جادوگر) بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

اور شرعی مرضی کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللهِ [سورۃ الحشر: ۵] تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے تھا۔

ان دونوں مثالوں سے دونوں طرح کی مرضیوں میں فرق سمجھ میں آجائے گا۔ تفصیل کے لئے شرح عقیدہ طحاویہ صفحہ ۵۰۵، ۵۰۶ ملاحظہ کریں [از مترجم]

اور کبھی یہ پھونک مارنا اور شیطانی روح مسحور کو تکلیف پہونچانے میں مدد کرتے ہیں تو مسحور پر اللہ کی (کونی قدری)(۳) مرضی کے مطابق سحر لگ جاتا ہے، اور چونکہ سحر کی تاثیر خبیث نفسوں اور شریر [نسوانی] روحوں کی طرف سے ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا [ومن شر النفاثات][پھوکنے والیوں کے شر سے] یعنی مذکر کے بجائے مونث استعمال کیا(۱)

اللہ تعالی کا یہ فرمان [ومن شر النفاثات فی العقد] جادو کے موثر ہونے اور اس کے واقعی ہونے پر دلالت کرتا ہے [اس کی حقیقت اور موثر ہونے کا] اہل کلام کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے(۲) ان کا کہنا یہ ہے کہ سحر کی بیماری، قتل، قبض و بسط میں کوئی تاثیر نہیں بلکہ یہ دیکھنے والوں کی نگاہوں کا

(۱) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ جادو تو مرد اور عورت دونوں کی طرف سے ہوتا ہے تو یہاں جادوگروں سے پناہ نہ مانگتے ہوئے صرف جادوگرنیوں سے ہی کیوں پناہ مانگی گئی؟

تو اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ (نفاثات) سے یہاں مراد جادوگر عورتیں نہیں بلکہ روحیں ہیں، کیوں کہ سحر کا اثر شریر اور بد روحوں کی طرف سے ہوتا ہے، اور جادو کا غلبہ انہیں سے ظاہر ہوتا ہے اسی لئے بد روحوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (نفاثات) مذکر کا ذکر نہ کرتے ہوئے مونث کا ذکر کیا] بدائع الفوائد: ۲/۲۲۱۔ ۲۲۲]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جادو (کے عمل کو جادوگرنیوں کے ساتھ خاص کرنا، اور حسد کو مردوں کے ساتھ خاص کرنا عادتا ہے، اور (یہ دونوں عمل) مردوں اور عورتوں (دونوں) سے ہی ہوتے ہیں، اور جو شر خبیث نفسوں مردوں اور عورتوں سے واقع ہوتا ہے وہ انسان سے جدا ہوتا ہے، اس کے قلب میں نہیں ہوتا، جیسا کہ [وسواس خناس][وسوسہ ڈالنے والا پیچھے ہٹ جانے والا ہوتا ہے][مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ: ۱۷/ ۵۰۷]

(۲) معتزلہ اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے مثلا جصاص نے [احکام القران ۱/ ۴۹] میں اور ابن حزم نے [اپنی کتاب] [محلی: ۱/ ۳۶۔ ۳۷] میں سحر کی حقیقت کا انکار کیا ہے ان لوگوں کا کہنا ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بلکہ یہ خیال ہے، ابن ہبیرہ نے اپنی [کتاب الافصاح: ۲/ ۲۲۶] میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سحر کے متعلق فرمایا: میرے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۳) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں: امام مازری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت اور جمہور علماء امت کا مذہب یہ ہے کہ: اور دوسری ثابت شدہ چیزوں کی حقیقت کی طرح (جادو کی حقیقت) ثابت ہے، (جمہور کا یہ مذہب) اس شخص کے خلاف ہے جس نے اس کا اور اس کی حقیقت کا انکار کیا اور سحر سے واقع ہونے والی باتوں کی نسبت باطل خیالات کی طرف کی جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی] شرح صحیح مسلم: ۱۴/ ۱۷۴]

محقق کتاب لکھتے ہیں کہ اس بات کا جاننا مناسب ہے کہ سحر کی حقیقت کے اثبات کا یہ مطلب نہیں کہ تخییل کا انکار ہو، اسی وجہ سے سحر کے اثبات میں علماء کی تعبیر یوں ہوتی ہے: بیشک سحر کی حقیقت بھی ہے، چنانچہ علماء نے اسی معنی کی تصریح بھی کی ہے شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تیسیر العزیز الحمید جو کتاب التوحید کی شرح ہے اس کے صفحہ ۳۸۳ پر تحریر فرمایا ہے، معتزلہ کی ایک جماعت اور بعض دوسروں کا یہ گمان ہے کہ سحر تخییل (کا نام) ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں بلکہ (سحر کی قسموں میں سے) بعض تخییل ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی حقیقت ہے۔

شیخ شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر اضواء البیان: ۴/ ۴۳۸ میں رقمطراز ہیں: بیشک سحر کی کئی قسمیں ہیں، ان میں کچھ ایسی ہیں جن کی حقیقت ہے اور کچھ تخییل ہیں اس تفصیل سے دونوں طرح کی آیات حقیقت اور خیال کے درمیان عدم تعارض واضح ہو جائے گا۔

احساس ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ نظریہ صحابہ کرام اور سلف سے متواتر منقول آثار، اور فقہاء کے متفق علیہ [قول کے] خلاف ہے(۳)

اور سحر مرض، قتل، باندھنے، چھوڑنے، محبت وعداوت میں اثر انداز ہوتا ہے اور اس کے علاوہ بھی اس

(۱) رہا سحر کی تاثیر اور اس کا پایا جانا تو اس سلسلہ میں اللہ تعالی نے درج ذیل ارشاد میں جو اس کی صفت اور تاثیر بیان کی ہے وہ کافی ہے:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ   پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ [سورۃ البقرۃ:]۱۰۲

جب یہ بات جان لی گئی کہ سحر کی تاثیر ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ سحر کی تاثیر کس درجہ ہوتی ہے اور کہاں تک پہونچ سکتی ہے؟ یہ تاثیر دو حال سے خالی نہیں۔

نمبر ۱: مزاجوں کے بدلنے کی حد تک ہو، اور بس وہیں تک رک جائے، ایسی صورت میں پوشیدہ بیماریوں میں سے ایک قسم ہوتی ہے۔

نمبر ۲: اس کی انتہا ذات کو بدلنے کی حد تک ہو، یہاں تک کہ پتھر کو جانور بنا دے، یا انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنا دے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور کا نظریہ پہلی قسم کا ہے، اور ایک مختصر لوگوں کی جماعت دوسرے نظریے کی حامی ہے، اگر یہ نظریہ قدرت الہی کے پیش نظر ہو] کہ اللہ تعالی کی قدرت سے ایسا ہو سکتا ہے] تب تو یہ نظریہ مسلم ہے، لیکن اگر واقع ہونے کے پیش نظر ہو تو مختلف فیہ ہے، بہت سے لوگ اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن دلیل پیش نہیں کر سکتے] فتح الباری: ۱۰/ ۲۲۲]

محقق کتاب فرماتے ہیں: مزاجوں کے بدلنے کے ضمن میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مسحور رسیوں کو بھاگتی ہوئی دیکھے، یا جادوگر کو پانی پر چلتا ہوا یا ہوا میں اڑتا ہوا دیکھے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالی جو کرتے ہیں مثلا ٹڈی، کھٹمل، مینڈک کا اتارنا، سمندر کا دو ٹکڑے کرنا، لاٹھی کو اژدہا بنانا، مردے کو زندہ کرنا، جمادات کو گویائی دے دینا وغیرہ جو رسولوں کے بڑے معجزات تھے یہ سحر نہیں، مذکورہ باتیں اور اس جیسی باتوں کے بارے میں قطعی طور پر یہ یقین رکھنا واجب ہے کہ ساحر کے ارادے سے یہ باتیں نہ تو ہوں گی اور نہ ہی اس کے ارادے سے اللہ تعالی اس کو کریں گے] تفسیر قرطبی: ۲/ ۴۷]

امام غزالی فرماتے ہیں: عقلاء میں سے کسی نے اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ جادو اس حد تک پہونچ سکتا ہے کہ مردے کو زندہ کر دے یا لاٹھی کو سانپ بنا دے، یا چاند کے دو ٹکڑے کر دے، یا سمندر کے دو پاٹ کر دے، یا کوڑھی اور برص زدہ وغیرہ کو شفایاب بنا دے] الاقتصاد فی الاعتقاد:]۱۸۹

کے آثار موجود ہیں جنہیں لوگ جانتے ہیں(۱) اور بہت سے لوگوں نے بوجہ مسحور ہونے کے اس کا مزہ بھی چکھا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد]وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدْ[اس بات کی دلیل ہے کہ پھونک مارنا جادو کئے جانے والے شخص کو غائب ہونے (۱) کی حالت میں بھی نقصان پہونچاتا ہے، اگر بدن کو ظاہری طور پر چھوئے بغیر نقصان نہ پہونچتا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں (۲) تو پھر پھونک مارنے میں کوئی شر ہی نہ ہوتا جس سے پناہ چاہی جائے (۳)

اور پھر اگر جادوگر کیلئے مشاہدین کی نظروں کا چاہے وہ جتنے ہوں، بند کر دینا ممکن ہے یہاں تک کہ وہ چیز کو اس کی اصلیت کے خلاف دیکھیں۔ حالانکہ یہ مشاہدین کے احساس کو بدلنا ہے، تو پھر بعض صفات اور طبائع وقوی کو بدلنے میں جادو کی تاثیر کو کیا چیز مانع ہے، جب انسان کا احساس بدل دیا گیا یہاں تک کہ ساکن چیز کو حرکت والا اور جڑی ہوئی چیز کو الگ الگ دیکھنے لگا تو پھر نفس صفات کو بدلنے، جس سے مسحور کے نزدیک محبوب چیز مبغوض اور مبغوض چیز محبوب یا اس کے علاوہ اور تاثیرات پیدا کرنے میں کون سی بات مانع ہے۔

فرعون کے جادوگروں کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ انہوں نے:

سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ]سورۃ الاعراف:[۱۱۶ لوگوں کی نظر بندی کر دی۔

تو اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان کی نظریں بند کر دی گئیں (۴) اور وہ نظر بندی یا تو:

نمبر ۱: اس تبدیلی کی وجہ سے ہو جو دیکھی جانے والی چیز [لاٹھیوں اور رسیوں] میں واقع

---

(۱) یعنی جس پر جادو کیا جا رہا ہو وہ شخص جادوگر کے پاس موجود نہ ہو تب بھی جادو اثر انداز ہو جاتا ہے۔

(۲) محقق کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق میں نے کسی کو ایسا نہیں پایا جس نے جادو سے نقصان پہونچنے کے لئے جادو کئے گئے شخص کے لئے جادوگر کے پاس حاضر ہونا ضروری قرار دیا ہو۔

(۳) اس لئے کہ جادوگرنیاں گرہوں میں پھونک مارتی ہیں نہ کہ سحر زدہ شخص کے جسم پر۔

(۴) حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص جسمانی قوی پر سحر کر سکتا ہے۔ نفسیاتی قوی پر بھی کر سکتا ہے۔

ہوئی۔ مثلا یہ کہ جادوگروں نے ایسی روحوں سے [یعنی شیطانوں] سے مدد طلب کی تا کہ وہ ان کو حرکت دیں جس کے نتیجے میں لوگوں کو ایسا لگا کہ وہ خود بخود حرکت کر رہی ہیں، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص چھپ کر کسی فرش یا چٹائی کو کھینچے، اور آپ کھینچنے والے آدمی کو نہ دیکھتے ہوئے یہ دیکھیں کہ چٹائی یا فرش کھنچ رہا ہے، حالانکہ وہی [چھپا ہوا شخص] کھینچ رہا ہے، یہی حال رسیوں اور لاٹھیوں کا تھا جنہیں شیاطین نے الٹ پلٹ کیا، اور دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ وہ خود بخود الٹ پلٹ ہو رہی ہیں حالانکہ شیاطین ہی ان کو الٹ پلٹ رہے تھے(۱)

---

(۱) مؤلف کتاب نے جادو کے اثرات کے دو طریقے بیان کئے ہیں ان میں سے یہ پہلا نمبر ہے کہ جادوگر شیاطین سے مدد طلب کرے، وہ ایک جامد چیز کو خفیہ طریقے سے ہلائے، دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہو کہ واقعتا وہ چیز حرکت کر رہی ہے، مؤلف نے مثال میں لاٹھیوں اور رسیوں کو پیش کیا ہے، جس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ موسی علیہ السلام کے زمانے میں ساحروں کے ساتھ جو پیش آیا اس میں ساحروں نے شیطانی مدد سے لاٹھیوں اور رسیوں کو حرکت دلوایا۔

حالانکہ ایسا نہیں ہے، اسی لئے محقق کتاب تحریر فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ بہت بعید احتمال ہے کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى [سورۃ طٰہٰ:]۶۶ پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسی کے خیال میں ایسا معلوم ہونے لگیں جیسے چلتی دوڑتی ہوں۔

[اللہ تعالی کا یہ ارشاد] اس بات کی دلیل ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں حقیقت میں حرکت میں نہیں آئیں بلکہ وہ خیال تھا اگر شیاطین کے حرکت دینے سے وہ حرکت میں آجاتیں تو ان کی حرکت حقیقی ہوتی، اور اس کے دیکھنے کو لفظ خیال سے تعبیر نہ کیا جاتا۔

یہ اشکال اسی صورت میں ہے جبکہ مولف رحمۃ اللہ کی مراد موسی علیہ السلام کا جادوگروں کے ساتھ واقعہ کا ہو، لیکن اگر [مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی] مراد مطلق ہو [یعنی جادوگر ایسا کرتے ہیں] تو یقینا جادوگروں کو شیاطین کی مدد سے جس چیز کو حرکت دینا چاہیں یا جس چیز کو الٹ پلٹ کرنا چاہیں قدرت حاصل ہے۔

(۲) شاید یہ دونوں مثالیں سحر کی دو قسموں پر فٹ ہوں اور وہ دونوں قسمیں یہ ہیں:

نمبر ۱۔ جس کی حقیقت ہو۔

نمبر ۲۔ خیالات۔

تو حقیقت میں (شیطانی توسط سے چیزوں کا حرکت کرنا) پہلی قسم میں سے ہے، اور دیکھنے والے کی نظر میں حرکت محسوس ہونا دوسری قسم ہے، واللہ اعلم۔

نمبر ۲: اور یا تو یہ تبدیلی دیکھنے والے میں واقع ہوئی ہو [یعنی نظر بندی کردی گئی ہو] اس حد تک کہ اس نے لاٹھیوں اور رسیوں کو حرکت کرتے دیکھا، حالانکہ وہ بذات خود ساکن تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ جادوگران دونوں ہتھکنڈوں کو استعمال کرتے ہیں (۲)

رہا جادو کے منکرین (۱) کا یہ کہنا کہ جادوگروں نے رسیوں اور لاٹھیوں میں کچھ بھر دیا تھا جس سے ان کا حرکت کرنا اور چلنا یقینی ہوگیا تھا، جیسے پارہ وغیرہ، یہاں تک کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں حرکت کرنے لگیں (۲)

---

(۱) یعنی جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ سحر محض تخیل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں وہ معتزلہ وغیرہ ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رازی ''احکام القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس بات کی خبر دی ہے کہ موسی علیہ السلام نے جس بات کا گمان کیا تھا یعنی [لاٹھیاں اور رسیاں] دوڑ رہی ہیں یہ محض خیال تھا، وہ اس لئے کہ ان کی لاٹھیاں کھوکھلی تھیں اور ان میں پارہ بھرا ہوا تھا اسی طرح سے رسیاں چمڑے کی تھیں ان میں بھی پارہ بھرا ہوا تھا اور جادوگروں نے اس سے قبل سرنگیں کھودی تھیں اور لمبی جگہ بنادی تھی اور اس کو آگ سے بھر دیا تھا تو جب اس جگہ پر [لاٹھیاں اور رسیاں] ڈالی گئیں اور پارہ گرم ہوا تو انہیں حرکت میں کر دیا، اس لئے کہ پارہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کو گرمی پہونچے گی تو اڑے گا، تو جب اس کو لاٹھیوں اور رسیوں کی کثافت نے بوجھل کر دیا تو پارے کی حرکت کی وجہ سے لاٹھیاں اور رسیاں حرکت کرنے لگیں، اب جس نے دیکھا اس نے یہی گمان کیا کہ [لاٹھیاں اور رسیاں] دوڑ رہی ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ دوڑ نہیں رہی تھیں [فتح الباری: ۱/ ۲۲۵]

محقق کتاب کہتے ہیں کہ ابوبکر رازی نے اس قول کا ذکر اپنی کتاب احکام القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۳ پر بایں لفظ (اور کہا گیا ہے) ذکر کیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔ مترجم

(۳) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے]بدائع الفوائد جلد ۲ صفحہ]۲۲۸ میں ان وجہوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ: اگر ایسا ہوتا (یعنی لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوتا اور وہ ان کی وجہ سے حرکت کرتیں) تو یہ از قبیل خیال نہ ہوتا، بلکہ حقیقی حرکت ہوتی، اور لوگوں کی نظر بندی بھی نہ ہوتی، اور نہ ہی اس کا سحر ہوتا بلکہ یہ تو مشترک کاریگریوں میں سے ایک کاریگری ہوتی، اور یہ بھی کہ اس جیسے میلے کے لئے ساحروں کی مدد لینے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ماہرین کاریگر اس کام کے لئے کافی تھے۔

[تو منکرین سحر کا یہ قول] بہت سی وجوہ سے باطل ہے (۳)

۴۔ حاسد کا شر جب وہ حسد کرے:

قرآن اور حدیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ محض حاسد کا حسد، حسد کئے جانے والے شخص کو تکلیف پہونچاتا ہے (۱) تو صرف [حاسد کا] حسد ایسی برائی ہے جو حسد کئے جانے والے شخص کی ذات سے متصل ہے، چاہے حاسد اس کو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تکلیف نہ دے (۲) اسی لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا [ومن شر حاسد اذا حسد]

---

(۱) علماء رحمہم اللہ تعالی نے نظر لگ جانے کے حق ہونے کے سلسلے میں جس چیز سے استدلال کیا ہے وہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ [سورۃ القلم:]۵۱ — اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ نظر لگ جانا اور نظر کا اثر انداز ہونا، اللہ عزوجل کے حکم سے حق ہے جیسا کہ اس سلسلے میں متعدد واسطوں سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں]تفسیر ابن کثیر: ۴/]۴۳۴ [محقق کتاب کہتے ہیں] میں کہتا ہوں حدیث پاک سے اس کی دلیل:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر (لگ جانا) حق ہے [صحیح بخاری: جلد ۲/ صفحہ ۲۳ و ۲۴، کتاب الطب باب العین حق، صحیح مسلم: جلد ۴ صفحہ ۱۷۱۹ کتاب السلام، باب الطب والمرضی، والرقی]

☆ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تھی تو وہ نظر تھی جب تم سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کرلو [صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۱۹]

[اس حدیث میں جس غسل کا مطالبہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ از مترجم]

(۲) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نظر کی تاثیر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: نظر کی تاثیر جسمانی اتصال پر موقوف نہیں ہے جیسا کہ علم، طبیعت اور شریعت سے معمولی واقف کاروں کا گمان ہے، بلکہ تاثیر کبھی تو اتصال سے ہوتی ہے اور کبھی روبرو ہونے سے اور کبھی دیکھنے سے، اور کبھی جس کو نظر لگانی ہے اسپر روحانی توجہ سے، اور کبھی دعاؤں منتروں تعویذات سے، اور کبھی وہم اور تخییل سے ہوتی ہے۔

نیز نظر لگانے والے کی نظر کی تاثیر دیکھنے پر موقوف نہیں، بلکہ کبھی نظر لگانے والا اندھا ہوتا ہے اور اس سے کسی چیز کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں تو اس کی ذات اس میں اثر انداز ہوتی ہے، حالانکہ اس نے اس چیز کو نہیں دیکھا، اور بہت سے نظر لگانے والے نظر لگائی جانے والی چیز میں بغیر اس کے دیکھے محض اس کے اوصاف بیان کئے جانے سے اثر انداز ہوتے ہیں [زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۱۶۷]

[اس آیت میں] حاسد کے حسد سے شر کو متحقق قرار دیا گیا ہے، قرآن پاک میں کوئی لفظ مہمل نہیں، کبھی انسان کی طبیعت میں حسد ہوتا ہے اور وہ محسود سے غافل ولا پرواہ ہوتا ہے، پس جب محسود کا خیال حاسد کے قلب میں آتا ہے، تو اس کے دل سے حسد کی آگ پھوٹ پڑتی ہے، صرف اتنے سے ہی محسود کو تکلیف ہوتی ہے (۱) اب اگر محسود نے اللہ تعالی سے پناہ نہ مانگی ہو اور اس کے ذریعہ اپنی حصار بندی نہ کی ہو اور اس کے پاس ادعیہ واذکار کا ورد اور اللہ تعالی کی طرف توجہ اور اقبال نہ ہو، جن باتوں کے ذریعہ اللہ تعالی کی طرف توجہ رغبت کی نوعیت کے

(۱) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے نظر کی تعریف یوں کی ہے: کہ وہ ایک تیر ہے جو حاسد کی ذات سے محسود کی طرف نکلتی ہے، کبھی تو اس کو لگ جاتی ہے، اور کبھی خطا کر جاتی ہے، اگر اس تیر نے [محسود کو] غیر محفوظ اور کھلا پایا، تو اس پر یقینا اثر انداز ہوتی ہے، اور اگر [محسود] کو محتاط اور [اذکار و اوراد کے سلاح سے مسلح پاتی ہے جہاں تیر کے گھسنے کی کوئی گنجائش نہیں تو اثر انداز نہیں ہوتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیر الٹی واپس ہو کر تیر انداز کو لگ جاتی ہے، یہ حسی طور پر مارنے کے برابر ہے۔ [جادو اور نظر کے ذریعہ] نفوس اور ارواح کو [مارا جاتا ہے] اور [حسی مار سے] جسم و بدن کو چوٹ لگائی جاتی ہے [زاد المعاد جلد ۴، صفحہ ۱۶۷]

(۲) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں ایک ایسی فصل باندھی ہے، جس کے ذیل میں نظر کا نبوی علاج اور اس کی قسموں کا ذکر کیا ہے، پھر اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ان دعاؤں اور تعویذات کا جس نے تجربہ کیا وہ ان کے منافع کی قدر و قیمت اور ان کی شدید ضرورت سے واقف ہو گیا [یہ اذکار اور دعائیں] پڑھنے والے کی ایمانی وذاتی قوت، اس کی استعداد، اور اس کے توکل، اور ثابت قلبی کے مطابق [نظر بد] لگنے کے بعد اس کا دفاع کرتی ہیں، یہ [اذکار اور دعائیں] ہتھیار ہیں، اور ہتھیار کی اثر اندازی ہتھیار چلانے والے کی قوت پر مبنی ہے۔

یہاں مناسب ہے کہ ہم حفاظتی اقدام اور علاج میں فرق کریں، یہاں پر بات نظر لگنے میں اللہ تعالی کے حکم سے رکاوٹ کے وسائل کی چل رہی ہے، [یعنی جن دعاؤں و اذکار کے التزام سے انسان نظر بد سے بچتا رہے گا] اس کے علاوہ نظر لگنے کے بعد اس کے علاج کے لئے بھی اوراد و اذکار اور دعائیں ہیں۔

اعتبار سے حسد کے شر کا دفاع کیا جاتا ہے [اگر یہ باتیں محسود میں موجود نہ ہوں] تو حاسد کا شر اس کو ضرور پہونچے گا (۲)

صحیح حدیث میں حضرت جبرئیل کا نبی ﷺ کو دعاء کرنا وارد ہے، اس میں یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنِ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيكَ (۱)

اللہ کے نام سے آپ کو جھاڑتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہونچائے ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی نگاہ سے اللہ آپ کو شفا دے۔

[اس دعاء میں] حاسد کی نظر کے شر کا ذکر کیا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ صرف دیکھنا اثر انداز نہیں ہوتا اس لئے کہ نظر لگانے والا اگر نظر لگائی جانے والی چیز کی طرف غفلت اور بے توجہی سے دیکھے جیسا کہ زمین اور پہاڑ وغیرہ کو دیکھتا ہے، تو اس میں کچھ اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اگر اس شخص کی طرح دیکھے جس کا نفس مخصوص شکل اختیار کر کے زہر آلود ہو چکا ہو (۲) اور غضبناک حاسد بن چکا ہو تو اس

(۱) صحیح مسلم جلد ۴، صفحہ ۱۷۱۸، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، اس حدیث کے آغاز میں یوں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ کیا آپ مریض ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ہاں، پھر جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعاء پڑھی۔

(۲) یعنی اس میں زہریلی قوت ہوگئی ہو علماء کے نظر کی تاثیر کے سلسلے میں جو اقوال ہیں ان میں سے یہ ایک ہے، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک جماعت کہتی ہے کہ نظر لگانے والے کا نفس گندی کیفیات سے جب خلط ملط ہو جاتا ہے، تو اس کی نگاہ سے زہریلی قوت پھوٹتی ہے، جو نظر لگائے جانے والے شخص کو لگتی ہے جس کے نتیجے میں اس کو نقصان پہونچتا ہے، ایک دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ یہ بات خارج از امکان نہیں ہے کہ بعض لوگوں کی نگاہوں سے نہایت باریک نہ دیکھے جانے والے جواہر نکلتے ہوں، اور وہ نظر لگائے جانے والے شخص کو لگ کر اس کے مسامات جسم میں سرایت کر جاتے ہوں، جس کے نتیجے میں اس کو نقصان پہونچتا ہو [زاد المعاد: ۴/۱۶۶]

(۳) اس کمزوری سے جسمانی کمزوری مراد نہیں ہے، بلکہ ایمانی، نفسیاتی، اللہ کی ذات پر اعتماد و توکل، اور قلبی ثبات کی کمزوری مراد ہے۔

کی نظر محسود پر اس کی کمزوری کے مطابق (۳) اور حاسد کے نفس کی قوت کے مطابق اثر انداز ہوتی ہے، کبھی اس کو بیمار کر دیتی ہے اور کبھی جان لیوا ثابت ہوتی ہے، ہر خاص و عام کے نزدیک اس کے تجربات اتنے زیادہ ہیں جو قید تحریر سے باہر ہیں۔

اور یہ آنکھ خبیث نفس کے واسطے سے اثر انداز ہوتی ہے،(۱) آنکھ سانپ کے درجے میں ہے جب وہ کاٹ لے تو اس کا زہر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ غصے کی کیفیت سے ایک خاص حالت اختیار کر لیتا ہے (۲) اور وہ خاص حالت اس میں زہر پیدا کر دیتی ہے، تب وہ مار گزیدہ میں اثر کرتی ہے، اور کبھی وہ کیفیت زیادہ قوی ہوتی ہے جیسا کہ سانپ کی قسموں میں سے ایک قسم میں ہوتی ہے تو

---

(۱) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے تاثیر کی نسبت آنکھ کی طرف کرنے کی علت بیان کی ہے، حالانکہ آنکھ بذات خود اثر انداز نہیں ہوتی (وہ فرماتے ہیں) نظر کے آنکھ سے شدت تعلق کی بنا پر، نظر لگنے کی نسبت آنکھ کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ آنکھ کچھ نہیں کرتی، تاثیر کا تعلق روح سے ہے اور روحیں اپنی طبیعتوں، قوی، کیفیات اور خاصیتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں، چنانچہ حاسد کی روح محسود کیلئے واضح طور پر تکلیف دہ ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاسد سے اور اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا [زاد المعاد: ۴/۱۶۶]

(۲) یہ مثال میرے خیال میں ناقابل تسلیم ہے کیوں کہ سانپ کا زہر بغیر کاٹے ہوئے بھی اثر انداز ہوتا ہے، اور اس میں بغیر غصے کی کیفیت اور خاص حالت کے زہر پیدا ہوتا ہے، سانپ کے زہر کے ڈنسے ہوئے شخص پر اثر انداز ہونے کے لئے اس میں خاص کیفیت پیدا ہو جانا یا غصے کی حالت میں ہونا وغیرہ شرط نہیں ہے، چنانچہ دواؤں کو فروخت کرنے والے لوگ آئے دن سانپوں کے زہر کو ان کے دانتوں پر زور ڈال کر نکالتے رہتے ہیں۔

(۳) صحیح بات یہ ہے کہ صرف نظر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ علم الحیوان کے ماہرین کا کہنا ہے کہ افریقہ میں پھونک مارنے والا کوبرا، اپنے دشمن کے چہرے کو نشانہ بنا کر چند میٹر کی مسافت سے اپنا زہر پھونکتا ہے، اگر یہ زہر آنکھ تک پہونچ جائے تو اندھا بنا دیتا ہے [موسوعۃ علمیہ حدیثہ: ۲/۶۲]

[یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ آنے والی حدیث میں جن دونوں سانپوں کے مارنے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے، ان کا ذکر مصنف نے ایسے طریقے سے کیا ہے گویا ان کا صرف دیکھنا اثر انداز ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ]اس میں صرف دیکھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم ۴/ ۱۷۵۳ پر امام زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان دونوں کے قتل کا حکم ان کے زہر کی وجہ سے ہے، گویا ان دونوں کی تاثیر زہر کے واسطے سے ہے نہ کہ صرف دیکھنے سے۔

(۴) حدیث کے الفاظ بخاری شریف: ۴/۹۷ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا سانپوں کو مار دیا کرو اور دو سفید دھاریوں والے اور دم کٹے ہوئے کو مار دیا کرو، کیوں کہ یہ دونوں اندھا کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔

صرف دیکھنے سے اثر انداز ہوتی ہے (۳) چنانچہ اندھا بنا دیتی ہے اور حمل گرا دیتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے دُم بریدہ [پونچھ کٹا ہوا] اور دو سفید لکیروں والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

[ان دونوں کو] مار دیا کرو (۴) یہ ایک ایسا علم ہے جسے صرف خاص خاص لوگ ہی جانتے ہیں (۱)

اور یہ تاثر و تاثیر، اور جسم میں جو کچھ طاری ہوتا ہے یہ روح ہی کا کرشمہ ہے، اور اجسام ذریعہ ہیں

---

(۱) روحوں کی جسموں پر تاثیر کا معاملہ ایسا ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بڑا عمدہ کلام کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالی نے جسموں اور روحوں میں مختلف قوتیں اور طبیعتیں بنائی ہیں اور ان میں سے بہت سوں میں موثر کیفیات اور خواص بنائی ہیں، کسی عاقل کیلئے روحوں کی جسموں پر تاثیر سے انکار کی گنجائش نہیں، یہ ایسا معاملہ ہے جو محسوس و مشاہد ہے، آپ چہرے کو دیکھیں اگر اس کی طرف کوئی ایسا شخص دیکھے جس سے آپ نادم اور شرمندہ ہوتے ہوں (تو چہرہ) کیسا شدید سرخ ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی ایسا شخص اس کی طرف دیکھے جس سے آپ ڈرتے ہوں تو کیسا شدید پیلا پڑ جاتا ہے، اور لوگوں نے ایسے بہت سے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جو نظر لگنے سے بیمار ہو جاتے ہیں، اور ان کے قوی کمزور ہو جاتے ہیں یہ سب روحوں کی تاثیر کے ذریعہ ہوتا ہے [زاد المعاد: ۴/۱۶۶]

(۲) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے عالم اجسام اور عالم ارواح کے مابین تفریق کی ایسی منظر کشی کی ہے جو آپ کو حقیقت سے باخبر کریگی وہ فرماتے ہیں۔

عالم اجسام کی عالم ارواح سے کوئی نسبت ہی نہیں، بلکہ وہ (یعنی عالم ارواح) تو بہت بڑا اور وسیع ہے، اس کے عجائبات خیرہ کر دینے والے، اور اس کی نشانیاں بہت حیرتناک ہیں، ذرا اس انسانی ڈھانچے پر غور کریں جب اس سے روح جدا ہو جاتی ہے کیسا لکڑی یا گوشت کے ٹکڑے کے منزلے میں ہو جاتا ہے [اس انسان کے] وہ علوم و معارف اور عقل اور وہ انوکھی کاریگریاں اور عجیب کام، اور افکار و تدابیر کہاں چلی گئیں؟ یہ سب کی سب روح کے ساتھ کیسی رخصت ہو گئیں؟ صرف ڈھانچہ باقی رہا، اور وہ اور مٹی برابر ہیں، انسان میں سے جو چیز آپ سے مخاطب ہوتی ہے یا دیکھتی ہے، یا آپ سے محبت کرتی ہے یا دوستی اور دشمنی کرتی ہے، یا گراں بار اور ہلکی ہوتی ہے، یا وحشت اور انس کا مظاہرہ کرتی ہے وہ روح ہی تو ہے جو آنکھوں سے دیکھے جانے والے جسم کے پیچھے ہیں [بدائع الفوائد: ۲/۲۳۰]

(۳) اسی بات کی طرف ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الروح'' میں اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں عالم ارواح دوسرا عالم ہے جو عالم الابدان سے کہیں بڑا ہے، اس کے احکام و آثار عالم ابدان سے زیادہ عجیب ہیں بلکہ جو کچھ بھی عالم میں انسانی آثار ہیں وہ نفوس کی۔ بواسطہ بدن۔ تاثیر ہی کی دین ہیں، تو نفوس و اجسام تاثیر میں ایسے ہی معاون ہیں جیسے کہ وہ کسی کام میں شریک، نفس کچھ آثار میں منفرد رہتا ہے، بدن اس میں شریک نہیں ہوتا، البتہ بدن کی کوئی تاثیر نفس کی شرکت سے خالی نہیں ہوتی]الروح صفحہ: ۲۱۴۔ ۲۱۵]

بمنزلہ کاریگر، تو درحقیقت کاریگری تو روح کی ہے، اور آلات واسطے ہیں (۲)

جس کو تھوڑی بھی ذہانت ہو اور وہ روحوں کے حالات ان کی تاثیر اور جسموں کو حرکت دینے پر غور وفکر کرے تو وہ ایسے عجائبات اور نشانیوں کا مشاہدہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بلند ربوبیت پر دلالت کرتی ہیں، اور اس بات کا بھی مشاہدہ کرے کہ ایک دوسری دنیا بھی ہے جس پر دوسرے احکام جاری ہوتے ہیں (۳) جس کے آثار کو تو وہ دیکھتا ہے لیکن اس کے اسباب نظروں سے اوجھل ہیں، فَتَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ، وَأَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ [پس برکت والا ہے، اللہ رب العالمین اور سب سے اچھا پیدا کرنے والا]

نظر لگانے والا اور حاسد ایک بات میں متفق ہیں، اور ایک بات میں مختلف، پس دونوں اس بات میں متفق ہیں کہ ان میں ایک ہر ایک کا نفس ایک مخصوص کیفیت اختیار کرکے نقصان پہونچائے جانے والے شخص کی طرف متوجہ ہوتا ہے (۱)

نظر لگانے والے کا نفس مخصوص کیفیت نظر لگائے جانے والے کے آمنے سامنے ہونے، اور دیدار کے وقت اختیار کرتا ہے (۲) اور حاسد کا حسد [محسود کے] غائب یا حاضر ہونے

(۱) یہ بات معلوم ہے کہ حاسد نظر لگانے والے سے عام ہے، پس ہر نظر لگانے والا حاسد ہوتا ہے، اور ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا، حاسد کے شر سے پناہ مانگنا نظر لگانے والے کے شر سے پناہ مانگنے کو شامل ہے۔

(۲) یہ بات غیر مسلم ہے کیوں کہ نظر لگانے والا کبھی چیز کی غیر موجودگی میں صرف وصف بیان کئے جانے سے اثر انداز ہوتا ہے، نظر لگائی جانے والی چیز سے آمنا سامنا ضروری نہیں۔

ابھی (چند سطر قبل) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام گذرا ہے کہ: نظر لگانے والے کی نظر کی تاثیر دیکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ نظر لگانے والا نابینا ہو اور اس کو کسی چیز کی اچھائی بتلائی جائے، اور اس میں اس کی نظر نہ دیکھنے کے باوجود اثر انداز ہو، بہت سے نظر لگانے والے، نظر لگائی جانے والی چیز پر بغیر دیکھے صرف اس کے اوصاف بیان کرنے پر اثر انداز ہوتے ہیں [زاد المعاد: ۴/ ۱۶۷]

(۳) ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے نظر لگائے جانے کے دو سبب بیان کئے ہیں یہ ان میں سے ایک ہے، اور دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کبھی اس کا سبب شدت عداوت اور حسد ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں نظر لگانے والے کی نظر اثر نداز ہوتی ہے جیسا کہ حسد اثر انداز ہوتا ہے۔

نفس کی تاثیر آمنے سامنے ہونے پر قوی ہوتی ہے جیسا کہ دشمن اگر اپنے دشمن سے غائب ہو [تو اس کا احتمال ہے] کہ ایک دشمن اپنے دوسرے دشمن سے غافل رہے، لیکن اگر اس کا مقابلہ ہوجائے تو توجہ اس پر اکٹھا ہوجاتی ہے، اور نفس مکمل =

[دونوں صورتوں میں] حاصل ہوتا ہے] یہ تو تھی دونوں کے درمیان مشترک بات]

اور دونوں [اس بات میں] ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ نظر لگانے والا کبھی ایسے پر بھی نظر لگا سکتا ہے جس پر حسد نہ کرتا ہو جیسے جانور یا کھیتی، اگرچہ یہ نظر لگانا [کھیتی یا جانور کے] مالک پر حسد سے جدا نہیں / بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مکان یا کھیتی والے کو بذات خود اس کا اثر پہونچے، نظر لگائے جانے کا سبب کسی چیز کا دلدادہ ہونا اور اس کو بڑا سمجھنا ہے (۳)

نظر لگانے والے کا کسی چیز کو تعجب سے ایک خاص کیفیت کے ساتھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا، نظر لگائی جانے والی چیز پر اثر انداز ہوتا ہے۔۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ) جناتوں اور انسانوں (۱) میں سے حاسدین کو شامل ہے، پس شیطان اور اس کی جماعت مومنین پر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو ان کو دیا ہے حسد کرتے ہیں لیکن وسوسہ ڈالنا اکثر جناتوں میں سے شیاطین کے ساتھ خاص

= طور پر ادھر متوجہ ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی نظر سے متاثر ہوتا ہے (اور یہ تاثر اس درجہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس سے گر پڑتے ہیں، اور بہت سے بخار زدہ ہوجاتے ہیں اور کچھ ان میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو ان کے گھر تک اٹھا کر لے جایا جاتا ہے ان میں بہت سے واقعات ایسے ہیں جن کا لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے [بدائع الفوائد: ۲/ ۲۳۲]

(۱) اسی طرح نظر بھی دو طرح کی ہوتی ہے، انسانی نظر، جناتی نظر [زاد المعاد: ۴/ ۱۶۴]

(۲) وسوسہ اور حسد۔ اسی میں سے نظر ہے۔ اور سحر، تین چیزیں ہیں ان کے درمیان تفریق ضروری ہے۔

الف: حسد ایک ایسی برائی ہے جو حاسد کی ذات اور اس کی طبیعت میں ہے [چاہے انسان ہو یا جنات، یہ انسان کے ساتھ خاص ہے] یہ ایسی برائی ہے جسے حاسد نے دوسرے سے حاصل نہیں کی ہے۔

ب: اور سحر سیکھنے اور شیطانوں کی مدد سے حاصل ہوتی ہے یہ انسان اور شیطان دونوں سے ہوتا ہے۔

حاسد اور ساحر محسود اور مسحور کو بغیر ان دونوں کے کچھ کئے ہوئے نقصان پہونچاتے ہیں۔

ج: لیکن وسوسہ انسان کو اس کے قبول کرنے اور اس کو جگہ دینے سے نقصان پہونچاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بندے سے وسوسے پر باز پرس کی جائے گی۔ اس لئے کہ وہ بندے کی سعی اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے، برخلاف ساحر اور حاسد کے شر کے نتیجے میں واقع ہونے والے نقصان کے اس پر باز پرس نہیں ہوگی بلکہ اگر محسود و مسحور انسان نے صبر کیا، اور اللہ سے اجر کی امید رکھی تو اس کو ثواب ملے گا اس لئے کہ ان دونوں کے واقع ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کے حصول کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے حسد اور سحر سے متعلق بیان سورۃ الفلق میں آیا اور وسوسہ سے متعلق کلام دوسری سورت یعنی سورۃ الناس میں آیا] بدائع الفوائد: ۲/ ۲۳۳]

ہے اور حسد اکثر انسانوں میں سے شیاطین کے ساتھ خاص ہے، اور وسوسہ ڈالنا دونوں کو شامل بھی ہے، پس دونوں شیطان۔ انسانوں اور جناتوں میں سے۔ حاسد اور وسوسہ ڈالنے والے ہیں، اور حاسد کے شر سے پناہ مانگنا ان دونوں کو شامل ہے (۲)

سورۃ الفلق دنیا کے تمام شروں سے استعاذہ پر مشتمل ہے اسی طرح چار شروں سے پناہ مانگنے پر بھی مشتمل ہے۔

نمبر ۱: عمومی شر اور وہ (شر ما خلق) ہے۔

نمبر ۲: رات کا شر جب وہ داخل ہو جائے یہ دو قسمیں ہوئیں اس کے بعد

نمبر ۳: ساحر کا شر

---

(۱) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سحر کبھی بغیر شیطانی عبادت وتقرب کے بھی حاصل ہو جاتا ہے، یہ علماء کی دورایوں میں سے ایک رائے ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ تقرب وغیرہ کے بغیر سحر حاصل نہیں ہوتا، شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تیسیر العزیز الحمید'' کے صفحہ ۳۸۴ پر فرماتے ہیں وہ سحر جو شیاطین کی طرف سے ہوتا ہے وہ شرک اور شیطانوں نیز ستاروں کی عبادت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اس کا نام کفر رکھا [چنانچہ ارشاد ہے:]

اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ [سورۃ البقرۃ:]۱۰۲ — ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ مَا كَفَرَ سُلَيۡمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ كَفَرُوۡا — سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا۔ [سورۃ البقرۃ:]۱۰۲

(۲) انسان جس قدر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہوگا اسی قدر اس کے شیطانی خوارق قوی اور دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہوں گے، اس لئے کہ جنات اپنے ہی ہم جنس انسانوں سے قریب ہوتے ہیں، اب انسان جتنی زیادہ جناتوں کی تعظیم کرے، یا ان کو سجدہ کرے، اور اللہ تعالی کے نام کو اور قرآن کریم کو نجاست سے لکھے، یا اللہ کی معصیت کے ذریعہ ان کا قرب حاصل کرے، یا قرآن کریم میں تحریف کرے، یا اس کی تلاوت غلط طریقے سے کرے، جتنا بھی انسان ان کاموں کو زیادہ کرے گا ان کا زیادہ سے زیادہ مطیع ہوگا، اور وہ اس کی مراد پوری کریں گے۔ (تیسیر العزیز الحمید: ۳۹۸)

(۳) غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا شرک ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُكِیۡ وَمَحۡيَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ [سورۃ الانعام: ۱۶۲،]۱۶۳ — آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

نمبر ۴: اور حاسد کا شر یہ بھی دو قسمیں ہوئیں، اس لئے کہ یہ دونوں شریر نفس کے شر میں سے ہیں۔

ان میں سے پہلا (یعنی ساحر) شیطان سے مدد طلب کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔

بہت کم ایسا ہوتا ہے (۱) کہ سحر بغیر شیطان کی کسی قسم کی عبادت (۲) یا اس کے تقرب کے لگے، [یہ تقرب بصورت ذبح ہوتا ہے] چاہے شیطان کے نام سے ذبح کیا جائے یا اس کے قصد و

= اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ [سورۃ الکوثر:]۲ — پس تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں (علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد) فرماتے ہیں ان اقوال میں سے میرے نزدیک سب سے عمدہ اس شخص کا قول ہے جو یہ کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام نمازوں کو خالص اللہ تعالی کے لئے ادا کرو، نہ کہ اس کے علاوہ معبودوں اور شریکوں کے لئے۔

اسی طرح اپنی قربانی کو اللہ تعالی نے جو توفیق تم کو دی ہے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے خالص اللہ تعالی کے لئے کرو نہ کہ بتوں کے لئے [جامع البیان: ۳۰/ ۲۱۲]

بلکہ غیر اللہ کے نام پر جو جانور ذبح کیا گیا ہو اس کا کھانا حرام ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ [سورۃ البقرۃ:]۱۷۳ — تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون، اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وَلَا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَاِنَّهٗ لَفِسۡقٌ [سورۃ الانعام:]۱۲۱ — اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوالطفیل سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم کو کوئی ایسی بات بتلائیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپا کر صرف آپ سے بتلائی ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ لوگوں سے چھپا کر مجھے کوئی بات نہیں بتلائی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے [صحیح مسلم: ۳/ ۱۵۶۷]

(۱) جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کچھ لوگ شراب کو اس کا دوسرا نام رکھ کر حلال سمجھتے ہیں، اور ہمارے اس زمانے میں کوئی ممنوع اور ناجائز چیز ایسی کم ہی آپ پائیں گے جس میں کچھ لوگ مبتلا نہ ہوں، لوگ ان چیزوں کا دوسرا نام رکھ لیتے ہیں (مثلا) نفاق میں مبتلا ہو کر اس کا نام خوش خلقی رکھ لیتے ہیں، سود میں مبتلا ہو کر اس کا نام نفع رکھ لیتے ہیں، شرک میں مبتلا ہو کر اس کا نام تبرک، ادب، خضوع رکھ لیتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۲) اللہ تعالی نے مشرکین بتوں کی پوجا کرنے والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں: =

ارادے سے ذبح کیا جائے، تو یہ ذبح غیر اللہ کے لئے ہوگا (۳) اس کے علاوہ بھی شرک کی قسموں میں سے کسی قسم سے [شیطان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے]

جادوگر چاہے اس کا نام شیطان کی عبادت کرنا نہ رکھے پھر بھی یہ اس کی عبادت ہے۔ اس کا نام وہ جو چاہے رکھے (۱) شرک وکفر اپنی حقیقت اور معنی کے اعتبار سے شرک وکفر ہوتا ہے نہ کہ نام اور تلفظ سے پس جس شخص نے کسی مخلوق کو سجدہ کیا اور کہا کہ یہ اس کے لئے سجدہ نہیں ہے یہ تو تعظیم ہے اور زمین کو اپنی پیشانی سے بوسہ لے جیسا کہ منہ سے بوسہ لیا جاتا ہے اور کہے کہ یہ تو تعظیم ہے تو ان الفاظ سے یہ حرکتیں غیر اللہ کے سجدہ ہونے سے نہیں نکل سکتیں پس اس کا نام وہ جو چاہے رکھے (۲)

اسی طرح سے جس نے شیطان کیلئے ذبح کیا اور اس کو پکارا، اور اس کے ذریعہ پناہ مانگی، اس نے

= مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى   ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ)
[سورۃ الزمر: ۳]   اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مخلوق کو سجدہ کرے اور اس بات کا دعوی کرے کہ اسکا یہ سجدہ کرنا مخلوق کے لئے اظہار عاجزی ہے، وہ اس شخص سے [اگر بڑا نہ ہو تو اس جیسا ہے] جو مخلوق کی مثلابت اور مورتیوں کی پوجا کر کے اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ یہ سجدہ اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کے لئے ہے [تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۴۹]

(۱) اس کی توضیح یہ ہے کہ ساحر جس وقت شیطان سے کچھ چاہتا ہے تو گویا اس سے خرید وفروخت کرتا ہے، شیاطین ساحر سے جو چیز چاہتے ہیں وہ اس کا دین ہے، وہ ساحر کو اس وقت تک کچھ نہیں دیتے جب تک کہ ساحر قیمت ادا نہ کردے، جب ساحر ایسا کرتا ہے تو گویا شیاطین نے اس سے اپنی خدمت لی، قبل اس کے کہ ساحر ان سے خدمت طلب کرے اس پر مزید یہ کہ ساحر کا شیاطین کی خدمت کرنا ان کی عبادت کرنا ہے، اور اللہ تعالی کی اطاعت پر ان کی اطاعت کو مقدم کرنا ہے، رہی شیاطین کی ساحر کی خدمت کرنا تو یہ عبادت والی خدمت نہیں ہے۔

شیخ شبلی اپنی کتاب آکام المرجان کے صفحہ ۱۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب تعویذوں اور جنتر منتر والا تقرب حاصل کرتا ہے اور سحری روحانیات وغیرہ کو کفر وشرک اور شیاطین کی پسندیدہ باتوں سے لکھتا ہے تو یہ باتیں شیاطین کیلئے رشوت کے درجہ میں ہوجاتی ہیں، جس [کے بدلے میں] شیاطین ساحر کے بعض مطالب کو پورا کرتے ہیں، جیسے کہ کوئی شخص کسی کو اس واسطے مال دیتا ہے تا کہ وہ جس کو قتل کرانا چاہتا ہے قتل کردے، یا بدکاری کرنے پر اس کی مدد کرے، یا اس کے ساتھ بدکاری کرے۔

اسی وجہ سے (جادوگر) مذکورہ بہت سے معاملات میں اللہ تعالی کے کلام کو نجاست سے لکھتے ہیں، اور کبھی [قل ھو اللہ احد] اور اس جیسی آیات کے حروف کو نجاست، خون وغیرہ سے پلٹتے ہیں اور کبھی بغیر نجاست کے بھی لکھتے ہیں اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ایسی لکھتے یا بولتے ہیں جو شیاطین کو خوش کرے، جب ساحر ایسی باتیں لکھتے ہیں یا کہتے ہیں جو شیاطین کو راضی کرے، تو شیاطین ان کے بعض مقاصد میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

شیطان کی عبادت کی، چاہے اس کا نام خدمت طلب کرنا رکھے۔

اور اس نے سچ کہا جب اس نے اپنے لئے شیطان کی خدمت طلب کی تو وہ شیطان کے خدام اور اس کے پجاریوں میں سے ہوگیا، اور اسی وجہ سے شیطان اس کی خدمت کرتا ہے۔

لیکن شیطان کا [ساحر کی] خدمت کرنا عبادت نہیں ہے اس لئے کہ شیطان نہ تو اس کے لئے جھکتا ہے اور نہ اس کو اس طرح پوجتا ہے، جیسا کہ وہ شیطان کو پوجتا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ساحر کا [شیطان کیلئے ذبح کرنا اس کے ذریعہ پناہ مانگنا، یا اس کا تقرب حاصل کرنا] شیطان کی عبادت ہے چاہے اس کا نام خدمت طلب کرنا رکھے (۱)

اور اللہ سبحانہ (تعالی) کے حاسد کے شر کو (اذا حسد) سے مقید کرنے پر غور کیجئے، کیوں کہ انسان کے اندر کبھی (مادہ) حسد ہوتا ہے لیکن اس کو چھپاتا ہے، اور اس پر اپنی زبان اور دل اور ہاتھ سے تکلیف پہونچانے کی کوئی تدبیر نہیں کرتا صرف اپنے دل میں حسد کے کچھ اثرات پاتا ہے لیکن اپنے بھائی کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو اللہ کو راضی رکھے، تو ایسے حسد سے خالی کم ہی لوگ ہوں گے (۱) مگر جن کو اللہ تعالی نے محفوظ رکھا ہو۔

---

(۱) شاید یہی مراد ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی (اپنے درج ذیل قول میں) ہو، وہ فرماتے ہیں کہ: حسد نفس کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، یہ مرض غالب ہے، بہت کم ہی لوگ اس سے جھٹکارا پاتے ہیں، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حسد سے کوئی جسم خالی نہیں ہوتا، لیکن کمینہ اس کو ظاہر کرتا ہے، اور شریف اس کو چھپاتا ہے] مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۱۰/ ۱۲۴۔] ۱۲۵

(۲) ان کا نام حسن بن یسار بصری ہے، کنیت ابوسعید ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے، فصیح اللسان تھے، حضرت علی، طلحہ، عائشہ رضی اللہ عنہم کے دیدار سے شرفیاب ہوئے، حضرت عثمان، علی، ابن عباس، معاویہ، انس، جابر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ صحابہ اور تابعین سے روایت کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے تھے حسن سے پوچھو اس نے یاد کیا ہے اور ہم بھول گئے ہیں، ان کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی [ان کی سوانح کیلئے تہذیب التہذیب: ۲/ ۲۶۳ دیکھیں]

(۳) حضرت حسن بصری کا پورا کلام یوں ہے: تمہارا باپ مرجائے کیا ہی تمہاری بھول یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے ہے لیکن اس کو (یعنی حسد کو) اپنے دل میں چھپائے رکھو، وہ تم کو اس وقت تک نقصان نہیں دیگا جب تک ہاتھ یا زبان تک متعدی نہ ہوجائے] مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۱/]۱۲۵

(۴) یہی حقیقت ہے کیوں کہ حاسد سب سے پہلے اللہ تعالی کے فضل کو اس کے بندے پر ناپسند سمجھتا ہے، اسی وجہ سے علماء نے حسد کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ ''نعمت کے زائل ہونے کی تمنا ہے''، پس جس شخص نے دوسروں پر نعمت کو ناپسند سمجھا، دل سے اس کے زائل ہونے کی تمنا کی [مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۱۰/ ۱۱۲]

حضرت حسن بصری (۲) رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ کیا مومن حسد کرتا ہے؟ توانہوں نے [تعجب سے فرمایا] کیا ہی تمہاری بھول یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے ہے (۳) پس اگر انسان کے دل میں حسد ہو لیکن اس کو چھپائے، اور اس پر کسی کو تکلیف پہونچانے کے

---

(۱) بلکہ حسد کے چھوڑنے میں بڑی فضیلت اور بڑا ثواب ہے، اس سلسلے میں بہت سی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے میں ایک حدیث باوجود طویل ہونے کے ذکر کرتا ہوں جس کی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا تم پر ابھی ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا، چنانچہ انصار میں سے ایک آدمی نمودار ہوئے ان کی داڑھی وضو سے بھیگی ہوئی تھی، اور انہوں نے اپنے جوتوں کو بائیں ہاتھ میں لٹکا رکھا تھا، دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا، تھوڑی دیر بعد وہی آدمی اپنی پہلی حالت کی طرح نمودار ہوئے، تیسرے دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا، تھوڑی دیر بعد پھر وہی آدمی اپنی پہلی حالت میں نمودار ہوئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے کہا کہ میرا اپنے والد سے اختلاف ہو گیا ہے، اور میں نے قسم کھالی ہے کہ تین دن ان کے یہاں نہیں جاؤں گا، پس اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان تین دنوں تک کیلئے مجھے اپنے یہاں ٹھکانہ دیدیں، تو میں اپنی قسم پوری کرلوں، ان صحابی نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر بن العاص بیان کرتے ہیں کہ ان صحابی کے ساتھ تینوں راتیں گذاریں، رات کو ان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا، وہاں یہ بات ضرور دیکھی کہ جب وہ رات میں بیدار ہوتے اور بستر پر کروٹ لیتے تو تکبیر کہتے، اور اللہ کا ذکر کرتے، یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے بیدار ہوتے، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو بھلی بات ہی کرتے سنا، جب تینوں راتیں گذر گئیں اور میں نے ان کے عمل کو حقیر سمجھنے کی حد تک پہونچنے ہی والا تھا کہ میں نے ان سے کہا کہ اے عبداللہ میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی غصہ ہونے یا گھر چھوڑنے کی بات نہیں تھی، بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے متعلق یہ کہتے ہوئے تین بار سنا تھا کہ تم پر ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا، اور آپ ہی تینوں مرتبہ نمودار ہوئے، میں نے سوچا کہ آپ کے یہاں رات گذار کر یہ دیکھوں کہ آپ کا عمل کیا ہے، تا کہ اس کی اقتداء کروں، میں نے آپ کو کوئی زیادہ عمل کرتے نہیں دیکھا، پس آپ کو کس چیز نے اس درجے تک پہونچایا، جس کی بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی؟ انہوں نے جواب دیا میرا عمل وہی ہے جو تم نے دیکھا، جب میں واپس آنے لگا تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا: میرا صرف وہی عمل ہے جو تم نے دیکھا، ہاں ایک بات یہ ہے کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کیلئے اپنے دل میں دھوکا نہیں پاتا، اور نہ ہی اس بھلائی پر جو خاص طور پر اللہ تعالی نے اس کو عطاء کی ہے اس پر حسد کرتا ہوں، اس پر عبداللہ بن عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ یہی تو وہ خوبی ہے جس نے آپ کو اس درجے تک پہونچایا اور اسی کی ہم میں قدرت نہیں] مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۱۶۶].

کسی طریقے سے بھی، دل زبان ہاتھ سے تدبیر نہ کرے، بلکہ اپنے بھائی سے اللہ کو راضی رکھنے والا ہی معاملہ کرے، تو [ایسا شخص] اپنے نفس کی اطاعت نہیں کرتا، بلکہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اور اس سے اس بات پر شرم کرتے ہوئے کہ اس کی نعمت کو اس کے بندے پر ناپسند سمجھے (۴) اپنے نفس کی مخالفت کرتا ہے اور حسد کو اللہ تعالی کی مخالفت اور اس کی ناپسندیدگی سمجھتا ہے، تو گویا وہ اپنے نفس سے حسد کے دفاع کے لئے جہاد کرتا ہے، اس جیسے شخص کیلئے لازم ہے کہ محسود [یعنی جس کے بارے میں اپنے دل میں حسد پاتا ہے] اس کیلئے دعاء کرے، اور اس کے لئے بھلائی کی زیادتی کی تمنا کرے، پس یہ حسد جو اس کے دل میں ہے نہ تو اس کو نقصان دیگا اور نہ ہی محسود کو (۱)

حسد کے تین درجے ہیں: (۱)

نمبر ۱: یہی [جس کا ذکر ہوا] یعنی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرنا۔

---

(۱) امام غزالی کے نزدیک جیسا کہ انہوں نے احیاء العلوم: ۳/ ۱۸۸ میں لکھا ہے، حسد کے چار مراتب ہیں:

نمبر ۱: بندے سے نعمت کے زائل ہونے کو پسند کرے، چاہے وہ (حاسد کی) طرف منتقل نہ ہو، یہ خباثت کی انتہاء ہے۔

نمبر ۲: اس بات کو پسند کرنا کہ نعمت زائل ہو کر اس تک پہونچے، کیوں کہ وہ اس نعمت کو چاہتا ہے اس کا مطلوب وہ نعمت ہے نہ کہ اس نعمت کا ختم ہو جانا، اور اس کے لئے نعمت کا عدم حصول ناپسندیدہ ہے، نہ کہ دوسرے کا اس نعمت سے بہرہ ور ہونا۔

نمبر ۳: بعینہ اس نعمت کی خواہش اپنے لئے نہ کرے، بلکہ یہ چاہے کہ اس جیسی نعمت [اس کو مل جائے] اب اس جیسی نعمت کے حصول سے عاجز رہے تو اسی نعمت کے زائل ہونے کو پسند کرے تا کہ (حاسد و محسود) کے درمیان تفاوت نہ رہے۔

نمبر ۴: اپنے لئے اس جیسی نعمت کی خواہش کرے اب اگر اس کو حاصل نہ ہو تو (محسود سے) زائل ہونے کو پسند نہ کرے۔

یہی آخری قسم معاف ہے بشرطیکہ دنیاوی معاملات میں ہو، دینی معاملات میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، تیسری قسم بھلی بھی ہے اور بری بھی، اور دوسری قسم تیسری سے ہلکی ہے، پہلی قسم ایکدم بری ہے۔

(۲) یعنی کسی معدوم چیز پر حسد کرنا کہ محسود کو مل نہ جائے، اور پہلی قسم کسی وجود میں آئی ہوئی چیز پر حسد کرنا ہے، مقصد اس کا ختم ہونا اور محسود سے زائل ہونا ہے۔

(۳) یعنی] مذکورہ دونوں قسموں میں سے [ہر ایک میں دو صفت پائی جاتی ہیں:

نمبر ۱: اللہ تعالی کی نعمت سے عداوت۔

نمبر ۲: بندوں سے عداوت۔

ان میں سے ہر ایک اللہ تعالی اور بندوں کے نزدیک مبغوض ہے۔

نمبر ۲: نعمت کی سرے سے نہ ہونے کی تمنا کرنا، ایسا شخص اس بات کو ناپسند رکھتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو نعمت سے نوازے، بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ جہالت، فقر، دین میں کمی کے اعتبار سے اپنی حالت پر رہے، پس وہ بندے میں نقص یا عیب کے ہمیشگی کی تمنا کرتا ہے۔

پس یہ معدوم چیز پر حسد کرنا ہے اور پہلی [قسم] ایسی چیز پر حسد کرنا ہے جو واقع ہو چکی ہو (۲) اور یہ دونوں کے دونوں حاسد ہیں، اللہ کی نعمت اور اسکے بندوں کے دشمن ہیں، اللہ تعالی اور اس کے

---

(۱) اگر آپ سوال کریں کہ اس قسم کے حسد نام رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ حالانکہ اس صورت میں حاسد زوال نعمت کی تمنا نہیں کرتا، اور نہ ہی (یہ سوچتا ہے) کہ محسود کو یہ چیز حاصل نہ ہو۔

میرا جواب یہ ہے کہ: امام غزالی کے نزدیک اس کا حسد نام رکھنا از قبیل توسع وتجوز ہے [احیاء علوم الدین: ۳/۱۸۸]

لیکن ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے اور بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے وہ کہتے ہیں: اگر سوال کیا جائے: [غبطہ کا] نام حسد کیوں رکھا گیا؟ حالانکہ اس نے تو یہ پسند کیا تھا کہ اللہ تعالی اس کو نعمت سے نوازیں۔

اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ: اس خواہش کا سرچشمہ دراصل اس کا غیر پر انعام کی طرف دیکھنا ہے، اور اس کا اس بات پر ناپسندیدگی کہ [محسود] اس سے افضل ہو، اگر اس غیر کا وجود نہ ہوتا، تو حاسد اس کو پسند نہ کرتا پس جب اس غبطہ کی بنیاد [غبطہ کرنے والے کی] اس بات پر ناپسندیدگی ٹھہری کہ دوسرا اس سے افضل ہو تو حسد ہوا، اس لئے کہ یہ ایسی ناپسندیدگی ہے جس کے پیچھے [اپنے لئے] محبت ہے، رہا وہ شخص جو لوگوں کے حالات کی طرف توجہ نہ دیتے ہوئے یہ خواہش کرے کہ اللہ تعالی اس پر انعام کریں تو ایسے شخص کے یہاں حسد میں کوئی بات نہیں] مجموع الفتاوی: ۱۰/۱۱۳]

(۲) ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا حوصلہ دو حال سے خالی نہیں:

۱۔ یا تو کسی دینی معاملے میں ہو تو اس کا سبب اللہ تعالی کی محبت اور اس کی اطاعت کی محبت ہے۔

۲۔ یا کسی دنیوی جائز معاملے میں ہو، تو اس کا سبب دنیا میں مباح چیزوں کی محبت اور دنیا میں نعمت سے لطف اندوز ہونا ہے۔ رہا ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے حوصلے کا حکم تو امام غزالی فرماتے ہیں: اگر وہ نعمت [جس پر دو آدمی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں] واجب دینی نعمت ہو مثلا ایمان لانا، نماز ادا کرنا، زکوۃ دینا تو یہ مقابلہ واجب ہے، کیوں کہ اگر بندہ اس کو پسند نہیں کرتا تو گویا وہ گناہ پر راضی ہے اور یہ حرام ہے۔

اور اگر وہ نعمت [جس پر مقابلہ ہو رہا ہے] از قبیل فضائل ہے، مثلا بھلے کاموں میں مال خرچ کرنا، صدقہ دینا تو یہ مقابلہ ایسا ہے کہ [شرعا] اس کی دعوت دی گئی ہے، اور اگر وہ نعمت ایسی ہے کہ اس سے مباح طریقے پر لطف اندوز ہونا ہے تو اس میں مقابلہ مباح ہے [احیاء علوم الدین: ۳/۱۸۷]

[محقق کتاب فرماتے ہیں] میں کہتا ہوں کہ اگر مقابلہ کسی حرام کام میں ہو تو حرام ہے، اور اگر مکروہ کام میں ہو تو مکروہ ہے۔ =

بندوں کے نزدیک مبغوض ہیں (۳)

نمبر ۳: حسد غبطہ ہے اور وہ یہ ہے کہ محسود جیسی حالت کی تمنا کرنا، بغیر اس کے کہ اس سے نعمت زائل ہو، اس میں کوئی حرج نہیں، اس حسد والے کو برا نہیں کہا جائے گا (۱) بلکہ یہ مقابلہ (۲) [ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے حوصلے] سے قریب ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ — سبقت لے جانے والوں کو اسی میں سبقت کرنی چاہئے۔ [سورۃ المطففین: ۲٦]

صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا النَّاسَ (۱)

حسد [جائز] نہیں مگر دو [انسانوں پر] ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالی نے مال دیا ہو، اور اس کو حق [کام] میں خرچ کرنے پر مسلط کیا ہو اور ایک ایسا آدمی جس کو اللہ تعالی نے حکمت دی ہو وہ اس

= ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مقابلہ یکسر برا نہیں بلکہ وہ بھلے [فیصلے کرتا ہے اور] لوگوں کو سکھاتا ہے] مجموع الفتاوی: ۱۰/۱۱۳]

[ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ] نے انبیاء علیہم السلام کے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ آگے بڑھ جانے کی مثالیں ذکر کی ہیں [ملاحظہ ہو مجموع فتاوی: ۱۰/۱۱٦۔۱۲۰]

(۱) صحیح بخاری: ۱/۲٦، اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح مسلم: ۱/۵۵۹ میں ذکر کیا ہے اسی طرح سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کے جلد ۱/۳۸۵ پر ذکر کیا ہے۔

(۲) حسد، نظر اور سحر معاشرہ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بیماریاں ہیں، یہ بیماریاں جن کو لگی ہوں صرف انہیں کو نقصان نہیں دیتیں، بلکہ دوسروں کو بھی نقصان پہونچاتی ہیں، حاسد اور نظر والے کے علاج کی اہمیت، محسود اور نظر زدہ سے کم نہیں۔

اور شاید اس بات میں اس تفسیر کے فائدے کی تکمیل ہو کہ اختصار کے ساتھ درج ذیل تدبیروں کا ذکر کر دیا جائے وہ تدابیر جن کے ذریعہ حاسد کے شر کا دفاع کیا جائے دس ہیں، جنہیں ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بدائع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ میں ذکر کی ہیں ان کا اختصار درج ذیل ہے:

اسے حسد غبطہ کہتے ہیں، اس خصلت والے کواس پر ابھارنے کا سبب اس کا بھلائی کی

حاسد کے شر سے دفاعی تدابیر

نمبر ۱: اللہ تعالی سے حاسد کے شر سے پناہ مانگنا، اسی کی ذات کو آڑ بنانا، اوراسی کی طرف رجوع کرنا، اس سورت سے مقصود یہی ہے۔ اس پناہ مانگنے کے بہت سے الفاظ ہیں [ملاحظہ کریں زاد المعاد: ۳/۱۶۸۔۱۷۰]

نمبر ۲: اللہ کا خوف، اوراس کے حکموں اور منہیات کی حفاظت، پس جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اللہ تعالی اس کی نگہبانی کرتے ہیں، اوراس کو دوسرے کے سپرد نہیں کرتے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً تم اگر صبر کرو، اور پرہیز گاری کرو، تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ [سورۃ آل عمران:]۱۲۰

نمبر ۳: دشمن [کی ایذارسانی] پر صبر کرنا، نہ تو اس سے قتل وقتال کرنا، اور نہ اس سے شکایت کرنا، اپنے دل سے اس کو تکلیف پہونچانے کو بالکل نہ سوچنا۔

نمبر ۴: اللہ تعالی پر توکل کرنا جو اللہ تعالی پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالی اس کیلئے کافی ہے۔

نمبر ۵: دل کو [حاسد کے حسد] میں غور وفکر کرنے یا مشغول کرنے سے فارغ کرنا، اوراس بات کا ارادہ کرنا کہ جب بھی اس کا خیال آئے گا اس کو دور کریگا۔

نمبر ۶: اللہ کی طرف توجہ، اوراس کے لئے اخلاص، اس کی محبت و رضا، اوراس کی طرف رجوع کو اپنے دل میں بسانا، جب ایسا ہوجائے گا تو پھر بندہ اپنی ذات کے لئے اس بات سے کیسے راضی ہوگا کہ اپنے دل کو تفکرات کی آماجگاہ بنائے اور اپنے دل کو حاسد کی فکر سے معمور کرے۔

نمبر ۷: گناہوں سے جس نے اس کے دشمنوں کو اس پر مسلط کررکھا ہے سچی توبہ کرے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُم تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہونچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھ کے کرتوت کا بدلہ ہے۔ [سورۃ الشوری: ۳۰]

نمبر ۸: جہاں تک ممکن ہو سکے صدقہ کرنا، احسان کرنا، ان کاموں کی بلاؤں کے ٹالنے، نظر اور حسد کے دفاع میں بڑی عجیب تاثیر ہے۔

نمبر ۹: یہ علاج نفس پر بہت سخت اور شاق ہے، اس کی توفیق منجانب اللہ اسی شخص کو ہوتی ہے جو عند اللہ بڑا خوش نصیب ہو [وہ علاج یہ ہے] کہ حاسد، باغی اور تکلیف پہونچانے والے کی آگ کو اس پر احسان کرکے بجھانا، پس جب بھی وہ شر، حسد، ظلم ایذارسانی میں اضافہ کرے آپ بھی اس پر احسان، اس کو نصیحت اوراس پر شفقت کا اضافہ کریں۔

خصلتوں سے محبت اور اسکے حاملین سے مشابہت اختیار کرنا ہے، اوران کی جماعت میں داخل

نمبر ۱۰: یہ علاج مذکورہ سبھی علاجوں کو جامع ہے اوراسی پر مذکورہ اسباب کا دارومدار ہے، اور وہ توحید کو خالص کرنا اور اسباب کی فکر کے ساتھ مسبب عزیز حکیم کی طرف رخ کرنا، پس جب بندہ نے توحید کو خالص کرلیا تو اسکے دل سے غیر اللہ کا خوف نکل گیا جو شخص اللہ سے ڈرا ہر چیز اس سے خوف زدہ ہوئی، اور جو اللہ سے نہیں ڈرا اس کو ہر چیز نے خوف زدہ کیا، اور جو غیر اللہ میں کسی چیز سے ڈرا اس کے اوپر وہ مسلط کردیا گیا۔

یہ دس اسباب ہیں جن کے ذریعہ اللہ کے حکم سے حاسد، ساحر، نظر بند والے کا شر دور ہوتا ہے، ان اسباب کا ذکر میں نے مجملا کیا ہے۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

رہا بدنظر اور حاسد تو اگر ان کی نظر سے نقصان کا خوف ہو یا نظر لگنے کا اندیشہ ہو تو اس شر کو ''اللھم بارک علیہ''، ''ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ'' یا اس جیسے کلام سے دفع کیا جائے، ان باتوں کے ذریعہ شر کے دفاع کا ثبوت احادیث میں ہے۔

لیکن اگر نظر لگ جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ نظر لگانے والے کو یہ کہا جائے کہ وہ اپنی بغل کو اور ہاتھ پیر، نیز شرمگاہ کو دھلے پھر اس پانی کو نظر زدہ کے سر پر جھٹکے سے ڈال دیا جائے۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا علاج ہے جس کو ڈاکٹروں کا علاج نہیں پا سکتا، اور وہ شخص بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جو اس کا منکر ہو یا مذاق اڑائے یا شک کرے یا صرف تجربے کے طور پر بغیر اعتقاد کے استعمال کرے، پھر ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ ذکر کی ہے (زاد المعاد: ۴/۱۷۱)۔

نیز ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد: ۴/۱۶۱ میں ایک فصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظر زدہ کے علاج کے طریقے میں ذکر کی ہے۔

ہم اللہ سبحانہ تعالی سے ان امور کے شر سے اور جملہ شرور، جنہیں ہم جانتے ہوں یا جنہیں نہیں جانتے پناہ مانگتے ہیں۔

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

ہونا ہے جس کے نتیجے میں اس آدمی کے اندر [جس پر غبطہ کررہا ہے] اس کی محبت اور اللہ تعالی کی نعمت کے اس پر ہمیشگی کی تمنا کے ساتھ ساتھ مقابلہ اور آگے بڑھ جانے کا حوصلہ ہوتا ہے پس یہ غبطہ کسی طرح بھی (من شر حاسد اذا حسد) آیت میں داخل نہیں۔

یہ سورت محسود کیلئے سب سے بڑا علاج ہے (۲) اس لئے کہ یہ سورت اللہ تعالی پر توکل، اوراس کی پناہ لینے، اوراس کے ذریعہ نعمت پر حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے۔